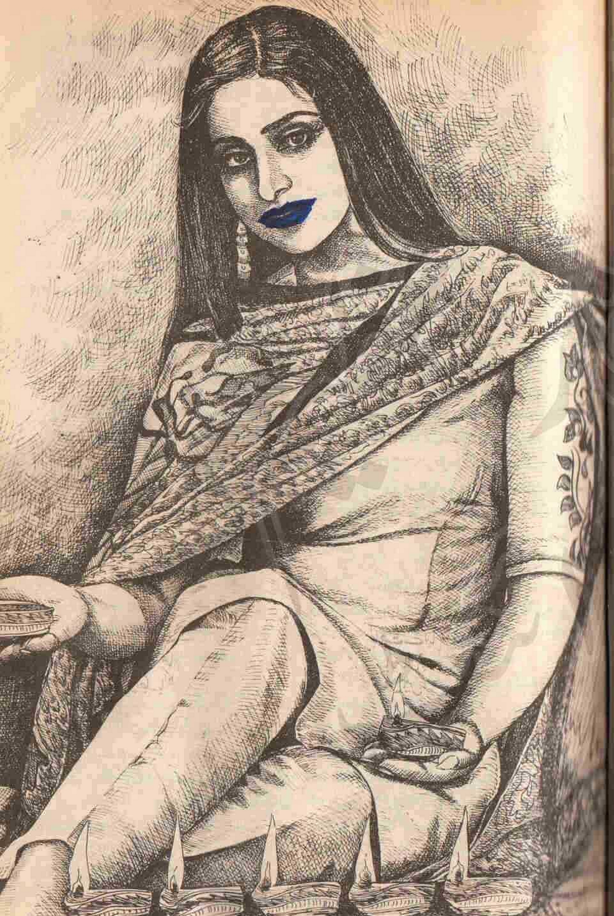

محبت آزمائش کی صورت

فرزانہ مغل

یہ آرزو تھی فقط تیری آرزو کرتے
یہ حوصلہ ہی نہ تھا' اور جستجو کرتے
اُنہیں جو دیکھا تو اِک چُپ سی لگ گئی ہم کو
پھر ایسے حال میں کیا اُن سے گفتگو کرتے

گارڈن ٹاؤن میں آج رات کسی میوزیکل گروپ کا کنسرٹ تھا۔ انزلہ نے بھی اپنی کالج کی دوستوں کے ساتھ وہاں جانے کا پروگرام بنالیا۔ کالج سے واپسی کے بعد دوپہر میں اس نے اماں جی (دادی) اور اریبہ (بہن) سے جانے کی اجازت مانگی تو اماں جی تو رات کا فنکشن سن کر ہی ہتھے سے اکھڑ گئیں۔ بقول ان کے جوان جہان لڑکی کا اس طرح تنہا نکلنا اور وہ بھی رات کے فنکشن میں' ہمارے گھرانے میں بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اماں جی پرانے دور کی خاتون تھیں وہ اپنی جگہ بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں۔ وہ تو اپنا فیصلہ سنا کر چلی گئیں۔

چار سال پہلے ہونے والی بیٹے اور بہو کی حادثاتی موت کے بعد وہ بہت وہمی سی ہوگئی تھیں اور پھر دونوں پوتیوں میں ان کی جان تھی۔ انہیں گرم ہوا بھی نہ چھو جائے وہ ہر وقت اسی فکر میں رہتی تھیں۔

اریبہ نے بھی اماں جی کے فیصلے سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے سے چار سالہ چھوٹی انزلہ کو ٹالا تھا۔ لیکن اس کی خوب صورت آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو دیکھ کر اریبہ کا دل پسیج گیا۔

''دیکھو انزلہ اگر فنکشن صبح میں ہوتا تو میں بھی کبھی تمہیں منع نہ کرتی اور اماں جی بھی تمہیں اجازت دے دیتیں۔'' اریبہ نے اسے پیار سے پچکارا تھا۔

''تو اریبہ تم بھی چلو ناں میرے ساتھ میرے پاس ایک ٹکٹ زیادہ ہے۔'' انزلہ نے صوفے پر بیٹھی اریبہ کے گھٹنوں پر سر رکھ کر بڑی لجاجت سے کہا خود وہ کارپٹ پر بیٹھی ہوئی تھی گو کہ وہ اس سے چار سال چھوٹی تھی لیکن کبھی اس نے اسے باجی آپی کہنے کا تکلف نہیں کیا تھا اور نہ ہی اریبہ نے اس پر بڑی بہنوں جیسا رعب رکھا تھا بلکہ والدین کی وفات کے وقت وہ خود بھی میٹرک کی اسٹوڈنٹ تھی لیکن انزلہ کے لیے وہ بالکل ماں بن گئی تھی۔ جس سے وہ اپنی ہر بات شیئر کرلیتی تھی۔

''انزلہ! رات کا فنکشن ہے۔ اماں جی ہمیں تنہا نہیں جانے دیں گی۔'' اریبہ نے بڑی رسانیت سے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی تھی۔

''تو ہم حسن بھائی کو ساتھ لے چلتے ہیں۔ ان کو ٹکٹ کا

بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ میں انیلا (دوست) کوفون کردوں گی وہ اپنے بھائی سے شام تک منگوادے گی۔'' انزلہ نے اس کے گھٹنوں سے سر اٹھا کر تنہا جانے والا مسئلہ بھی بڑے پرجوش انداز میں حل کیا تھا۔

''حسن کی آج کل نائٹ ڈیوٹی چل رہی ہے۔'' اریبہ نے اسے اطلاع بہم پہنچائی تھی۔

''اریبہ! ایک تو تمہارے پاس میرے ہر سوال کا جواب ہے' میں نے انیلا اور مہوش (انیلا مہوش آپس میں کزن تھیں) سے بھی جانے کا کہہ دیا ہے۔ شام میں دونوں مجھے پک کریں گی۔ بلکہ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ پروگرام ختم ہونے کے بعد وہ مجھے گھر بھی چھوڑ دیں گی اور وہ لوگ اکیلی تھوڑا جارہی ہیں۔ عثمان بھائی (انیلا کا بھائی) انہیں لے کر جائیں گے۔'' تفصیل بتاتے ہوئے وہ دل برداشتہ ہوکر رونے لگی تھی۔

''بھئی انزلہ' یہ اسٹارز گروپ نہ جانے تمہیں کیوں پسند ہیں چیختے چنگھاڑتے ان کے گانے تو میرے سر کے اوپر سے گزر جاتے ہیں گوکہ اس کا رونا اریبہ کو دکھ دے رہا تھا لیکن اسے چپ کرانے کی خاطر اس کے پسندیدہ گروپ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔

''اریبہ۔'' اس کے گھٹنوں میں منہ چھپائے روتے ہوئے وہ اس تنقید پر غرائی تھی۔

''ہائیں...... ہائیں یہ کیا ہورہا ہے۔'' اماں جی اپنا پاندان سٹنگ روم میں ہی بھول گئی تھیں اب جو لینے آئیں تو اندر کا ماحول دیکھ کر دروازے میں ہی ٹھٹک گئیں۔

''وہی اماں جی جانے کی ضد۔'' اریبہ نے اس کے ریشمی بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اماں جی کی سمت دیکھا۔

''آج اگر ممی پاپا زندہ ہوتے تو پھر میں دیکھتی کہ مجھے جانے سے کون روکتا ہے۔ انزلہ نے اس کے گھٹنوں سے سر اٹھا کر آنسو بہاتے ہوئے بطور خاص اماں جی کو سنایا تھا۔

''اچھا...... اچھا بس...... بہت بولنا آگیا ہے تمہیں چلی جانا لیکن جلدی واپس آنا ورنہ آئندہ کبھی باہر جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔

انزلہ نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ اپنا پاندان بھول چکی تھیں۔ آنسو جو بے ساختہ بوڑھی آنکھوں میں آگئے تھے۔ انہیں چھپانے کی خاطر وہ دروازے سے ہی پلٹ گئی تھیں۔

❁☆❁

میوزیکل شو مقررہ وقت پر شروع ہو چکا تھا۔ وسیع و عریض ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ انزلہ بھی اپنی دونوں دوستوں مہوش' انیلا اور ان کے بھائی عثمان احمد کے ساتھ دوسری رو میں بیٹھی ہوئی پروگرام سے لطف اندوز ہورہی تھی۔

ابھی پروگرام شروع ہوئے ایک گھنٹہ ہی ہوا تھا کہ عثمان احمد اپنے موبائل پر بات کرتا ہوا پہلی نشست سے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

''انیلا! یہ عثمان بھائی کہاں گئے ہیں؟'' انزلہ نے اپنے قریب سے گزرتے عثمان کو دیکھ لیا تھا۔

''ندا آپی (انیلا کی شادی شدہ بہن) آرہی ہیں' امریکہ سے' انہوں نے فون پر بتایا تھا کہ صبح سات بجے کی فلائٹ سے پہنچ جائیں گی لیکن ابھی ممی نے ہی عثمان بھائی کو فون کیا تھا کہ آپی کی فلائٹ کا ٹائم چینج ہوگیا ہے۔ وہ آج رات گیارہ بجے تک پہنچ رہی ہیں۔ اب ڈیڈی بھی اپنے بزنس ٹرپ پر فارن گئے ہوئے ہیں۔ اس لیے ممی نے عثمان بھائی سے کہا ہے۔ وہ آپی کو لینے ایئرپورٹ گئے ہیں۔'' انیلا نے اسے تفصیل بتائی تھی۔

''لیکن انیلا' اب ہم لوگ گھر کیسے جائیں گے؟'' انزلہ کو نئی فکر لاحق ہوئی کیوں کہ وہ گھر سے آٹھ بجے نکلی تھی اور چلتے وقت جلدی آنے پر اماں جی کی نصیحت تو الگ تھی لیکن اریبہ نے بھی اسے گیارہ بجے تک گھر پہنچنے کی بار بار تاکید کی تھی اور پھر انیلا' مہوش سے بھی واپسی کا یہی ٹائم طے تھا۔

''عثمان بھائی کے ساتھ ہی جائیں گے' وہ پہلے ندا آپی کو گھر چھوڑیں گے پھر ہمیں لے کر جائیں گے۔ وہ مجھے یہی کہہ کر گئے ہیں۔'' انیلا نے اسے مطمئن کیا تھا۔

''ہاں انزلہ!'' تم پریشان کیوں ہورہی ہو' ابھی تو ساڑھے نو ہی ہوئے ہیں۔'' انیلا کے ساتھ بیٹھی مہوش نے کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھ کر اسے تسلی دی تھی۔

ان دونوں کے اطمینان دلانے پر انزلہ ایک بار پھر اسٹیج پر ہوتے پروگرام کی جانب متوجہ ہوگئی تھی۔ انزلہ کے بائیں جانب دو نشستیں خالی پڑی تھیں معاً انتہائی مسحور کن پرفیوم کی

خوشبو اس کے مشام جاں کو معطر کر گئی۔ اس نے گردن موڑ کر فوراً اپنے دائیں جانب دیکھا ان دو خالی نشستوں پر اب دو نوجوان آکر بیٹھ چکے تھے۔

انزلہ نے ایک سادہ سی نظر ان پر ڈالی اور پھر پروگرام میں مگن ہوگئی۔

''یار اسد یہ فضول سا شو دیکھنے کے لیے تم اتنے بے قرار ہورہے تھے۔'' چند منٹوں میں ہی اس پاپ میوزک کے بے ہنگم سے شور سے ایک نوجوان بور دکھائی دینے لگا تھا۔

''سکندر تمہاری یہ باتیں سن کر تو مجھے لگتا ہی نہیں ہے کہ تم ایک طویل عرصہ امریکہ جیسے فاسٹ ملک میں گزار کر آئے ہو۔'' اسد حسین نے اسے تنگ کرنے کی ابتدا کی تھی وہ اپنی شوخ عادت کے ہاتھوں مجبور تھا۔

سکندر کی دوستی اسد حسین سے امریکہ میں پڑھائی کے دوران ہوئی تھی اور پھر پاکستانی ہونے کے ناتے یہ دوستی اتنی مضبوط ہوئی کہ اسد جب اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد پاکستان لوٹ آیا تو بھی فون اور خطوط سے یہ رابطہ برقرار رہا اور اب وہ دونوں ایک اچھے بزنس پارٹنر تھے یہ ان کی مضبوط دوستی کی مثال تھی۔

''امریکہ میرا عارضی ٹھکانہ تھا۔ اس لیے وہاں کے کلچر اور وہاں کی ثقافت میں' میں نے خود کو کبھی رنگنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کے گواہ تم خود بھی ہو۔'' سکندر نے اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں کہا تھا۔

''ہائے رے تمہاری سعادت مندی۔'' اسد اس کے کردار کی مضبوطی سے اچھی طرح واقف تھا لیکن پھر بھی شریر ہوا تھا۔

''اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' سکندر نے اس کی بات سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

انزلہ ان دونوں کی باتوں سے ڈسٹرب ضرور ہورہی تھی لیکن اس نے توجہ نہیں دی تھی معاً سگریٹ کا دھواں اسے بری طرح ڈسٹرب کرنے لگا تھا۔ سگریٹ کے دھوئیں سے اسے سخت الرجی تھی۔ اس کا سانس گھٹنے لگا اور آنکھوں میں پانی آگیا اب اسے کہے بغیر چارہ نہیں تھا۔

''ایکسکیوز می۔'' انزلہ نے ٹشو سے آنکھوں کا پانی صاف کرکے سکندر کو پکارا تھا۔

''جی۔'' اسد حسین سے باتوں میں مگن سکندر نے اس پکار پر پہلی بار اپنے بائیں جانب دیکھا تھا پرپل کلر کے سلیولیس سوٹ میں اس کی نظروں کے سامنے انیس بیس سال کے درمیان بے حد کیوٹ سی لڑکی تھی۔

''پلیز۔ آپ یہ اسموکنگ بند کردیں۔ مجھے اس سے سخت الرجی ہے۔'' انزلہ اپنا سانس درست کرتے ہوئے بڑے شائستہ انداز میں بولی تھی۔

''یہ لیجیے۔'' سکندر کو اس کے سرخ ہوتے چہرے اور سرخ ہوتی آنکھوں سے اندازہ ہوگیا تھا انگلیوں میں سلگتا ہوا سگریٹ اس نے فوراً اپنے شوز تلے مسل دیا۔

''تھینکس۔'' انزلہ نے اپنی آنکھوں کو ٹشو سے صاف کرتے ممنون انداز میں کہتے اس کے ساتھ بیٹھے اسد حسین کی سمت بھی دیکھا تھا۔

''نو مینشن پلیز۔ اگر آپ مجھے پہلے ہی ٹوک دیتیں تو یہ حالت تو نہ ہوتی آپ کی سکندر اس چھوٹی سی گڑیا جیسی لڑکی کے سامنے واقعی شرمندہ دکھائی دے رہا تھا۔

''اٹس او کے' میرے ساتھ تو یہ پرابلم عرصے سے ہے۔'' انزلہ نے اس انتہائی ڈیشنگ پرسنالٹی کے مالک شخص کو بغور دیکھا اور مہوش انیلا کی طرف پلٹ گئی۔

''لڑکی بڑی کیوٹ ہے پھر کیا خیال ہے؟'' اسد نے خاموشی سے اپنی رائے دے کر شریر انداز میں سکندر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

''شرم کرو وہ بہت چھوٹی ہے۔'' سکندر نے اسے سرگوشی میں جھاڑ پلائی تھی۔

''اچھا مولانا صاحب لیکن اتنی احتیاط بھی اچھی نہیں۔'' اسد کہاں چپ رہنے والا تھا۔ اسے کرارہ جواب دے ہی ڈالا۔ سکندر اسے گھور کر اسٹیج پر ہوتی دھما چوکڑی کو بے زاری سے دیکھنے لگا تھا۔

''ہائے انیلا' اب تو بارہ بجنے والے ہیں۔'' اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے انزلہ نے بہ مشکل اپنی چیخ کو دبایا تھا۔

''بس آنے والے ہوں گے عثمان بھائی۔'' انیلا نے ایک بار پھر اسے تسلی دی تھی۔

''ہوسکتا ہے فلائٹ لیٹ ہوگئی ہو۔'' مہوش نے قیاس آرائی کی تھی۔

''دیکھو اریبہ کی ڈانٹ کی تو مجھے کوئی فکر نہیں لیکن اماں

جی کی عادت ہے تو تم لوگ بھی واقف ہو بس آج میری خیر نہیں ہے۔" انزلہ گھبرا گئی تھی۔

"ہاں میں جانتی ہوں لیکن اب ہمیں عثمان بھائی کا تو انتظار کرنا ہی پڑے گا ناں۔" انیلا کو بھی اس کی پریشانی کا احساس تھا وہ نرمی سے گویا ہوئی تھی۔

"انیلا! میں ان صاحب سے کہوں کہ مجھے گھر ڈراپ کر دیں۔ اسے ساتھ بیٹھے سکندر کا خیال آیا تھا۔ اس نے انیلا کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"پاگل ہو گئی ہو۔ جان نہ پہچان' تم ایک اجنبی پر اعتبار کر رہی ہو۔" انیلا نے اسے سرزنش کی تھی۔

"پرسنالٹی سے تو وہ شخص ایسا ویسا نہیں دکھائی دے رہا ہے۔ بلکہ مجھے تو وہ بالکل حسن بھائی جیسے لگ رہے ہیں۔" انزلہ نے اس کی رائے سے اتفاق نہیں کیا تھا۔

"بے وقوف لڑکی' اس شخص کی شکل پر حسن بھائی نہیں لکھا ہوا ہے۔" انیلا بدستور اسے سرگوشی میں ڈانٹ رہی تھی۔

"پوچھنے میں کوئی حرج نہیں۔" اس کی ساری باتیں رد کرتے انزلہ چڑ گئی تھی۔ وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک کہہ رہی تھی لیکن انزلہ پر اس وقت گھر جانے کی جلدی سوار تھی۔ انیلا اور مہوش اسے دیکھتی ہی رہ گئیں اور وہ ایک کشش و پیچ کا انداز لیے سکندر کی جانب پلٹی تھی۔ اسے پکارے یا نہ پکارے۔ معاً اسی لمحے سکندر نے بھی بالکل غیر ارادی طور پر اس کی سمت دیکھا تھا۔

"اینی پرابلم لٹل گرل۔" اس کے چہرے پر ہویدا پریشانی کو دیکھتے ہوئے سکندر بے ساختہ استفسار کر بیٹھا تھا۔

"وہ......اصل......میں......" گویا کہ اس نے خود بوچھ کر انزلہ کی مشکل آسان کر دی تھی لیکن پھر بھی وہ کچھ ہچکچاتی تھی۔ "آپ مجھے گھر ڈراپ کر دیں گے؟" انزلہ نے اپنی ہچکچاہٹ کو کنٹرول کرتے ہوئے آخر کہہ ہی دیا تھا۔

"تو کیا آپ یہاں اپنی فیملی کے ساتھ نہیں آئی ہیں؟" انزلہ کے اس غیر متوقع سوال پر سکندر نے بڑے اچنبھے سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"یہ بات نہیں ہے۔ میں اکیلی تو نہیں ہوں' اپنی فرینڈز کے ساتھ آئی ہوں۔ بس ایک پرابلم ہو گئی ہے۔" پھر اپنی تمام روداد سکندر کو سنا دی اور آخر میں اماں کا ڈر و خوف بھی بتا دیا تھا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔" سکندر نے تمام تفصیل سننے کے بعد بہ غور اس کی سمت دیکھا تھا وہ بالکل ایک نرم و نازک گلاب کی کلی کی مانند تھی۔

"آپ نے مائنڈ تو نہیں کیا' میں آپ کا پروگرام ڈسٹرب کر رہی ہوں۔" اپنی بولڈ فطرت کے باعث وہ خاموش بھی نہیں رہ سکتی تھی۔

"نو......نو لٹل گرل مجھے ایسا میوزک بالکل پسند نہیں ہے' میں تو اسد کے ساتھ یہاں آ کر بور ہو رہا ہوں۔ یہ میرا دوست اسد حسین ہے۔" سکندر نے اس کی بات کی تردید کر کے اپنے ساتھ بیٹھے اسد کی جانب اشارہ کرتے تعارف کروایا۔ اسد اپنا پروگرام چھوڑ کر کافی دیر سے بڑی شرافت سے ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔

"چلیے پھر آپ کو گھر ڈراپ کر دیتے ہیں۔" سکندر اسے کہتا کرسی سے اٹھا تھا جب کہ انزلہ اسے اٹھتے دیکھ کر مہوش انیلا کو اپنے جانے کا بتانے لگی تھی۔

"چلو اسد' تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ پھر واپس آ جائیں گے۔" سکندر انزلہ کو اپنی دوستوں کے ساتھ مصروف دیکھ کر اسد سے مخاطب ہوا تھا۔

"نہ بھئی خوامخواہ تم دل ہی دل میں مجھے کوستے جاؤ گے۔" اسد ذومعنی بات کرتے انتہائی شریر نگاہوں سے سکندر کی جانب دیکھنے لگا تھا۔

"ڈوب مرو کم از کم ہمارے درمیان ایج ڈفرینس ہی دیکھ لو۔" سکندر اس کی شرارت سمجھ گیا تھا۔ وہ اسد کو گھورتے ہوئے مہوش انیلا کے ساتھ باتوں میں لگی انزلہ سے مخاطب ہوتا باہر کی جانب بڑھا۔ انزلہ بھی اس کے پیچھے چل پڑی بلکہ مہوش انیلا بھی انزلہ کے کانوں میں کھسر پھسر کرتیں اسے باہر تک چھوڑنے آئی تھیں۔ وہ دونوں انزلہ کی بولڈنیس سے خائف تھیں لیکن دیر بہت ہو چکی تھی اور عثمان کی دور دور تک خبر نہیں تھی۔

سکندر نے اس کے بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ گاڑی کو پارکنگ ایریا سے باہر نکلتے دیکھ کر انزلہ اس کو اپنے گھر کا ایڈریس بتانے لگی۔

"آپ نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔" کار شفاف سڑک پر لاتے ہوئے سکندر کو ایکدم خیال آیا۔ اس نے کار کی اندرونی لائٹس روشن کر دی تھیں۔

"انزلہ مسعود اور تھرڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ بھی ہوں۔" اپنی پریشانی سے ہٹ کر اس نے سکندر کی جانب نگاہ اٹھائی تھی۔ اس کے انتہائی پروقار کھڑے کھڑے نقوش والے چہرے پر عنابی ہونٹوں پر جھکی گھنی مونچھیں جو ایک خاص اسٹائل سے جھکی ہوئی تھیں اسے بے حد پسند آئی تھیں۔

"ہوں تو کالج کی اسٹوڈنٹ ہیں آپ۔ ویسے آپ کا نام بھی بہت یونیک ہے۔"

"ویسے آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔ انزلہ نے بھی پوچھ ڈالا۔

"سکندر نواز۔" اس نے ایک موڑ کاٹتے ہوئے کہا۔

"آپ جاب کرتے ہیں یا بزنس۔ میرا مطلب ہے آپ کا پروفیشن کیا ہے؟" انزلہ کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ اگر مقابل اس کی پسندیدہ شخصیت بن جائے تو پھر وہ اس سے بڑی جلدی بے تکلف ہو جاتی تھی۔

"میری پرورش امریکہ میں ہوئی ہے۔ ایک سال کا تھا میں جب میری ماما کا انتقال ہوا تھا۔ اس کے بعد پاپا نے تنہا ہی میری پرورش کی۔ پاپا کی یہ خواہش تھی کہ میں ہمیشہ کے لیے پاکستان میں سیٹل ہو جاؤں۔ وہ میری تعلیم مکمل ہونے کے انتظار میں تھے۔ پھر ہمیں اکٹھا پاکستان آنا تھا۔ لیکن ایک دن اچانک جان لیوا ہارٹ اٹیک میں وہ بھی مجھے ہمیشہ کے لیے تنہا چھوڑ گئے اور پھر اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مجھے اکیلے ہی پاکستان آنا پڑا۔ کیوں کہ اپنا ملک دیکھنے کی میری بھی شدید آرزو تھی اور پھر اپنا ملک تو اپنا ہی ہوتا ہے اور اب پچھلے ایک سال سے یہاں سیٹل ہونے کے بعد اپنا بزنس کر رہا ہوں۔" اسے اپنے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے سکندر اپنے والدین کے ذکر پر کچھ افسردہ دکھائی دے رہا تھا۔

"اوہ......ویری سیڈ۔ آپ کا اور میرا دکھ تو مشترک نکلا۔ میرے ممی پپا کی ڈیتھ بھی پانچ سال پہلے پلین کریش میں ہو چکی ہے۔" والدین کی محرومی کا دکھ وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ اس کے لہجے میں آزردگی نمایاں تھی۔

"اچھا چھوڑیں اس موضوع کو یہ بتائیں۔ میرا انٹرویو تو مکمل ہو گیا ناں۔" سکندر نے اس بے حد حساس لڑکی کی حسیات کو بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔ اس نے بڑے ہلکے پھلکے انداز میں بات بدل دی۔

"یہ انٹرویو نہیں تھا بلکہ میں اپنی نالج میں اضافہ کر رہی تھی۔" انزلہ بھی دھیرے سے مسکراتے ہوئے اس کیفیت سے باہر نکل آئی تھی۔

"ویسے ایک بات کہوں انزلہ۔"

"جی۔"

دیکھو' آئندہ کسی سے اس طرح لفٹ مت لینا۔ کیوں کہ ابھی تم بہت چھوٹی ہو اور ناسمجھ بھی ہو۔" سکندر نے ڈرائیونگ کرتے بڑے مدبرانہ انداز میں کہا تھا۔

"آپ سے تو میں نے لفٹ اس لیے لی کہ آپ مجھے بالکل اپنے حسن بھائی کی طرح لگے ہیں۔" انزلہ نے اعتبار کی وجہ بتاتے ہوئے اپنے لاابالی پن کا اظہار کیا تھا۔

سکندر نے گردن موڑ کر اس کی سمت دیکھا وہ اس ایج گروپ کی عام لڑکیوں سے ہٹ کر تھی بہت بچپنا تھا اس میں۔

کار انزلہ کے بتائے ہوئے ایڈریس پر پہنچ گئی تھی۔ سکندر نے کار سفید آہنی گیٹ سے کچھ فاصلے پر روک دی۔ کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں گیٹ کے باہر واچ مین کے ساتھ کھڑی باتیں کرتی لڑکی پر سکندر کی نگاہیں بے ساختہ اٹھی تھیں۔

"یہ اریبہ ہے' میری بڑی بہن' میرا انتظار ہو رہا ہے۔" انزلہ بہن کا تعارف کراتے اس کے ساتھ گاڑی سے باہر آ گئی تھی۔

"اریبہ اس نئے ماڈل کی کار کو دیکھ کر ہی ٹھٹک گئی تھی لیکن جب اس میں سے بہن کو کسی اجنبی کے ساتھ باہر آتے دیکھا تو تحیر سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ انیلا مہوش کہاں رہ گئیں۔ اور......اور......یہ انزلہ کس کے ساتھ آ رہی ہے۔ یہ انیلا کا بھائی عثمان تو نہیں ہے۔

اریبہ کے دل میں طرح طرح کے سوال اٹھ رہے تھے۔

"اریبہ۔" انزلہ نے لمبے لمبے ڈگ بھرتے اس کے قریب جا کر پکارا تھا۔ سکندر البتہ اس کے پیچھے سست روی سے چلا آ رہا تھا۔

"یہ ٹائم ہے تمہارے آنے کا؟ اور یہ کس کے ساتھ آئی ہو' کون ہے یہ شخص؟" اریبہ نے چونکتے ہوئے انتہائی سنجیدگی سے سوال پر سوال کیا تھا۔

"آہستہ اریبہ' آہستہ بتاتی ہوں۔" انزلہ نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تھا۔ سکندر تقریباً ان کے قریب آچکا تھا ایک نظر اسے دیکھ کر پھر انزلہ نے ساری بات اریبہ کو بتادی۔

"اب ایسے کیوں گھور رہی ہو؟ اماں جی کے خوف نے مجھے یہ سب کرنے پر مجبور کیا۔ بندہ بہت شریف اور نائس ہے۔ تم از کم شکریہ ہی ادا کردو کہ تمہاری بہن کو اس نے باحفاظت گھر تک پہنچادیا ہے۔" انزلہ اس کے کان میں گھسی سرگوشیاں کرنے میں مصروف تھی۔

"ہٹو پیچھے۔" اریبہ نے ہنوز اسے گھورا تھا۔ کیوں کہ اماں جی سے اسے بھی سخت ڈانٹ پڑی تھی اور وہ ابھی تک اندر انزلہ کے انتظار میں جاگ رہی تھیں،

"اریبہ۔ یہ سکندر نواز ہیں۔"

"آپ کا بہت شکریہ۔" اریبہ انزلہ کی بات کاٹتے ہوئے پہلی بار سکندر نواز کی جانب پوری طرح متوجہ ہوئی تھی۔ اس کی نظروں کے سامنے براؤن سوٹ میں ملبوس لمبا چوڑا انتہائی ڈیشنگ و پروقار شخصیت کا مالک شخص کھڑا تھا۔

"شکریے کی کوئی بات نہیں مس، لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ کی بہن بہت ناسمجھ ہے اس کا بہت دھیان رکھا کیجیے۔"

لان کے سوٹ پر شانوں پر دوپٹہ پھیلائے اس سادگی کے پیکر کو سکندر نے بڑی توجہ سے دیکھا تھا۔

اریبہ اس اپنائیت بھرے انداز پر بری طرح چونکی تھی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن مقابل کی نگاہوں نے اس کی زبان پر قفل ڈال دیا تھا۔ اس نے فوراً نگاہیں چرائی تھیں۔

"اچھا بس میں چلتا ہوں۔" سکندر نے مہذبانہ لہجے میں کہا۔ "او کے اللہ حافظ۔" سکندر نے بڑی گہری نگاہوں سے اریبہ کی سمت دیکھا اور پلٹ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

اریبہ سکندر نواز کی دور ہوتی گاڑی کو بہ غور دیکھتے ہوئے اس کی شرافت کی قائل ہوگئی تھی۔

"اریبہ تم بہت خراب ہو کم از کم کچھ مینرز ہی نبھا لیتیں۔ اس شریف شخص کو اندر ہی لے چلتیں کیا سوچ رہا ہوگا وہ ہمارے بارے میں کہ کتنے غیر مہذب ہیں ہم لوگ۔" انزلہ کا لہجہ خفگی بھرا تھا۔

"بہت خوب ایک تو پہلے ہی ساڑھے بارہ بجے آئی ہو اوپر سے اس اجنبی کو اندر لے جاکر تم اماں جی کا بی پی شوٹ کروادیتیں۔" اریبہ نے فہمائشی نگاہوں سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"ہونہہ۔" انزلہ نے خوب صورت سی ناک سکوڑ کر اپنے غصے کا اظہار کیا تھا۔

"چلو اب اندر' پہلے ہی بہت دیر ہوچکی ہے۔" اریبہ اس کے غصے کی پروا کیے بغیر اسے لے کر پلٹی تھی۔ لیکن گیٹ سے گردن نکالے واچ مین سے معلومات حاصل کرتی اماں جی کو دیکھ کر وہ دونوں بہنیں ٹھٹک کر آگے بڑھی تھیں۔

"کون تھا یہ نوجوان؟ یہ انیلا کا بھائی عثمان تو نہیں تھا۔ میں نے اسے جاتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔" اماں جی نے انزلہ کی طرف انتہائی خفگی سے دیکھتے ہوئے اریبہ سے استفسار کیا تھا۔ عثمان احمد کو اماں جی نے دیکھا ہوا تھا کیوں کہ اکثر وہ انیلا مہوش کو ان کے گھر چھوڑنے لے جانے آتا رہا ہے۔

"اماں جی آپ اندر چلیں میں بتاتی ہوں۔" اریبہ نے ان کی خفگی کو دیکھتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا تھا۔ البتہ انزلہ اماں جی سے نظریں چراگئی تھیں۔

اماں جی سکندر نواز کو دیکھ چکی تھیں۔ اندر پہنچ کر اریبہ نے ان سے چھپانے کا ارادہ ملتوی کر کے انہیں تمام سچائی بتا دی۔ جس کے نتیجے میں انزلہ کو اماں جی کی بے حد ڈانٹ سننے کو ملی اور آئندہ کسی بھی رات کے فنکشن پر جانے کی سخت پابندی عائد ہوگئی۔

❁☆❁

اس صبح اریبہ کی آنکھ گلابوں کی مہک سے کھلی تھی' رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے اس کی آنکھ ابھی بھی نہ کھلتی اگر وہ اس دلفریب مہک کو محسوس نہ کرتی۔ سامنے لگے وال کلاک پر نظر پڑی تو وہ نو بجنے کا اعلان کرتا نظر آیا۔ اپنے سیاہ ریشمی بالوں کو ہاتھوں سے سنوارتی وہ بیڈ پر اٹھ بیٹھی تھی لیکن گلابوں کی خوشبو نے ابھی بھی اس کا حصار کر رکھا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر اپنے دائیں جانب دیکھا تو نظریں بیڈ سائیڈ میز پر ٹھہر سی گئیں۔ انتہائی خوشنما گلابوں کا بکے جس کے اوپر ہیپی برتھ ڈے کا کارڈ لگا ہوا تھا۔ یہ انزلہ کی طرف سے تھا اور ایک گرے مخملی کیس اور کارڈ حسن کی طرف سے تھا۔ وہ یہ دن یاد رکھے نہ رکھے اس کے گھر والے اس دن کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ اس کے والدین کی وفات کے بعد خاص طور پر حسن تو اس کی چھوٹی سے چھوٹی خوشی کو شیئر کرتا تھا۔

انزلہ کے کارڈ میں اس کے لیے ڈھیروں دعائیں لکھی ہوئی تھیں۔ اس نے بہن کا دیا بکے اور کارڈ آنکھوں سے لگایا تھا پھر دھڑکتے دل سے حسن کا کارڈ اٹھا کر کھولا تھا۔

میرا حرف محبت تیرے نام ہے
عمر بھر کی رفاقت تیرے نام ہے
میں ترے نام ہوں زندگی کی طرح
جسم و جاں کی حرارت ترے نام ہے

"تم تو اچھے خاصے شاعر ہو حسن میڈیکل کی پڑھائی نے تو تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑا۔"

کارڈ بند کرتے اریبہ کے دلکش چہرے پر حسن کی محبتوں کے ڈھیروں رنگ بکھر گئے تھے۔ پھر اس نے گرے مخملی کیس کھولا تو اس میں گولڈ کی انتہائی نازک سی چین تھی جو اسے بے حد پسند آئی۔ وہ چین کیس سے نکال رہی تھی کہ معاً تکیہ کے پاس پڑا اس کا موبائل بج اٹھا۔

اس نے چین کیس سمیت بیڈ پر رکھتے ہوئے موبائل اٹھایا' اسکرین پر آنے والا نمبر حسن کا تھا۔

"ہیلو۔" اریبہ نے موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ہیپی برتھ ڈے جان حسن۔" حسن نے انتہائی رومینٹک انداز میں اس سے کلام کرنے کی ابتداء کی تھی وہ اپنی محبتوں میں ایسا ہی بے باک تھا۔ اور پھر یہ محبتیں آج کی تو نہیں تھیں بلکہ وہ تو بچپن سے ہی ایک دوسرے سے منسوب تھے گو کہ یہ منگنی کا بندھن تھا لیکن حسن اس پر اپنا پورا پورا استحقاق استعمال کرتا تھا۔

"میں فون بند کر رہی ہوں اریبہ اس کے طرز مخاطب پر ہمیشہ کی طرح آج بھی سرخ ہوگئی تھی۔ اس نے حسن کو دھمکی دی تھی۔

"ذرا یہ بھی بتادو کہ میں نے کیا کیا ہے؟" حسن نے انتہائی معصومیت سے استفسار کیا تھا۔

"اب یہ بھی میں ہی بتاؤں۔ حسن سدھر جاؤ تم۔" اریبہ نے مصنوعی خفگی سے کہا تھا۔

"دیکھو جان حسن۔ اتنا تو حق ہے ناں مجھے۔" وہ پھر شریر ہوا تھا۔

"اچھا بس! گفٹ بہت پیارا ہے اریبہ نے بڑی ہوشیاری سے موضوع بدلا تھا۔

"تو فوراً پہن لو۔ میں شام میں تمہارے گلے میں وہ چین دیکھنا چاہتا ہوں۔" حسن کا لہجہ استحقاق بھرا تھا۔

"او کے.....او کے......ابھی پہن لیتی ہوں۔" اریبہ اس کے انداز پر سرشاری ہوگئی۔

"اچھا ہاں سنو اریبہ شام کو تم اور انزلہ تیار رہنا ہم ڈنر باہر کریں گے۔" اس کی سالگرہ کو حسن ہمیشہ ایسے ہی سلیبریٹ کرتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ مسروری ہوئی۔

حسن نے اس کا جواب سن کر فون بند کردیا اریبہ نے بھی موبائل ایک جانب رکھا اور چین اٹھا کر ڈریسنگ کے آئینہ کے سامنے آکر اپنی شفاف گردن میں پہننے لگی۔ چین اس کی گردن میں سج گئی تھی حسن کی بے پناہ چاہتوں کا سوچ کر وہ خود پر رشک کرتی شوروم جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔

تیار ہو کر وہ ناشتہ کے لیے باہر نکلی تو ڈائننگ ٹیبل پر اماں جی کے ساتھ راحیلہ (حسن کی والدہ) بیٹھی ہوئی نظر آئیں۔ راحیلہ اور ان کے گھر میں صرف ایک دیوار حائل تھی۔

"لیڈیز! تیار ہیں پھر آپ دونوں۔" بلیو سوٹ میں نک سک سے تیار ہینڈسم سا حسن زمان لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔

"آئیے آئیے حسن بھائی۔ آپ کے ڈنر نے تو آج میرے پیٹ میں چوہوں کی دوڑیں لگوا رکھی ہیں۔" انزلہ اسے آڑے ہاتھوں لیتی صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اریبہ بھی اس کی تقلید میں کھڑی ہوگئی تھی۔

"واہ پریٹی وومن حسن کی نظر سب سے پہلے انزلہ کی تیاری پر پڑی تھی۔ اس نے پیار سے انزلہ کے سر پر چپت رسید کی تھی۔ "ذرا ادھر بھی دیکھ لیں۔ میں اماں جی کو اپنے جانے کی اطلاع دے آؤں۔" انزلہ انتہائی شریر انداز میں اس کا دھیان اریبہ کی سمت کرواتی لاؤنج سے نکل گئی تھی۔

تیری زلف کی چھاؤں میں
اے جاناں
یہ گزرتے لمحے
یونہی ٹھہر جائیں
بس
یونہی ٹھہر جائیں

اس کے حسین روپ کو اپنی آنکھوں میں جذب کرتے

حسن نے بڑے جذب اور شوخ انداز میں نظم پڑھی تھی،

”حسن تم بھی نا بس۔“ اریبہ اس کے بے باک انداز پر ہمیشہ کی طرح جھینپ گئی تھی۔

”کیا خیال ہے اریبہ ہم دونوں ہی ڈنر پر چلتے ہیں۔“ حسن کے لہجے میں وارفتگی نمایاں تھی۔

”خدا کے لیے حسن اس آفت کے سامنے نہ کہہ دینا۔ ادھر ہی ہم دونوں کو کچا چبا ڈالے گی۔“ اریبہ نے فوراً اسے تنبیہہ کی تھی۔

”اتنا ڈرتی ہو اس سے۔“ حسن نے اس کے دلکش سراپا کو بھرپور نگاہوں سے دیکھتے شریر انداز میں کہا تھا۔

”ڈرتی نہیں ہوں صرف اپنی اور اس کی محبت میں خدشے واہمے نہیں ڈالنا چاہتی ہوں۔“ اریبہ نے اسے جتایا تھا۔

”حسن بے ساختہ مسکرایا تھا۔ ان دونوں بہنوں کی آپس کی محبت سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔

”چلیں حسن بھائی‘ میں نے اماں جی کو بتا دیا ہے۔“ انزلہ شور مچاتی ہوئی آئی تھی۔

”انزلہ یہ اریبہ کہہ رہی ہے کہ تمہیں ادھر ہی چھوڑ جاتے ہیں۔“ حسن کی رگِ شرارت پھڑکی تھی۔ اس نے دونوں بہنوں کو لڑوانے کے لیے پھلجڑی چھوڑ دی۔

”ارے ارے حسن اتنا جھوٹ‘ میرے سمجھانے کا یہ اثر لیا ہے تم نے۔ انزلہ میں نے اسے کچھ نہیں کہا ہے۔“ حسن کو ڈانٹتے ہوئے اریبہ نے بہن کو صفائی پیش کی تھی۔

”آپ ہم دونوں بہنوں کو لڑوانا چاہتے ہیں۔ حسن بھائی نیت آپ کی بدل گئی ہے‘ نہیں چھوڑوں گی آپ کو۔“ انزلہ کسی بلی کی طرح غراتی ہوئی حسن کی سمت بڑھی تھی۔ حسن اس کے خطرناک تیور دیکھ کر بچاؤ بچاؤ کا نعرہ لگاتا باہر کی جانب بھاگا تھا۔ اریبہ اور انزلہ نے ایک دوسرے کی سمت دیکھا اور ہنستی ہوئی اس کے پیچھے ہی باہر نکل گئیں۔

❁☆❁

”سکندر! میں نے کل سے یہ فائل تمہیں سائن کرنے کو دی تھی لیکن تم نے تو آج بغیر سائن کیے ہی فائل بھیج دی ہے۔“ اسد ہاتھ میں بلو کلر کی فائل لیے اس کے انتہائی نفیس طرز پر ڈیکوریٹ کیے آفس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔

”اچھا۔“ سکندر ریوالونگ چیئر کی بیک پر سر ٹکائے کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ اس کی آواز پر ایک دم چونک اٹھا تھا۔

”مجھے پورا یقین ہے تم نے اس فائل کو کھول کر بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ اسد اس کے ٹیبل کے قریب پہنچ کر ایک چیئر گھسیٹ کر سکندر کے مقابل بیٹھ گیا اور فائل اس کے آگے رکھ دی تھی۔

”یار بھول گیا۔“ سکندر نے اس سے نظریں چراتے ہوئے کہا تھا۔

”سکندر نواز مسلسل ایک ہفتے سے آپ کو بھولنے کی بیماری کچھ شدید قسم کی ہوگئی ہے اور اگر آپ اپنی اس بیماری پر کنٹرول نہیں کریں گے تو پھر بزنس کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔“

تمہیں تو بتا کر میں برا پھنسا بجائے میرے مسئلے کا حل تلاش کروالٹا مجھ پر طنز کررہے ہو۔ سکندر اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔ اس نے خاصی خفگی سے اسد کی جانب دیکھا تھا۔

(انزلہ کو گھر چھوڑنے کے بعد اس دن واپس آ کر سکندر نے اریبہ کو دیکھ کر اپنے دل پر گزرنے والی واردات کے بارے میں اسد کو سب کچھ بتا دیا تھا اور اس سے وہ کچھ چھپا بھی نہیں سکتا تھا۔)

”یار! مسئلہ کیسے حل ہو۔ مجھے تو تم پر حیرت ہو رہی ہے کہ تم نے اس مس انزلہ کے ساتھ ڈھیروں باتیں کرتے اس کا بائیوڈیٹا تک پوچھ لیا لیکن تم نے اس لڑکی سے فون نمبر نہیں لیا۔ اسد نے گویا اس کی کوتاہی گنوائی تھی۔

”یار اسد اصل میں......“

”ہاں تمہیں یہ تھوڑا ہی معلوم تھا کہ تم مس اریبہ مسعود کو دیکھ کر اپنا دل ہار بیٹھو گے۔ وہ دل جو امریکہ میں کسی گوری کے سامنے بھی نہیں ہارا تھا۔ بھئی خوش قسمت ہے وہ لڑکی جس کو تم اپنے دل کی مسند پر بیٹھا رہے ہو۔“ انتہائی برجستہ انداز میں اس کی بات کاٹتے ہوئے اسد بے حد شریر ہوا تھا۔

”اپنی ہی بکواس کرتے جانا۔ میری بھی کچھ سن لو۔“ سکندر نے اسے گھورا تھا۔

”ایک ہفتے سے تمہاری محبت کی داستان سن رہا ہوں۔ چلو آج بھی سنا دو۔“

”یار میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ فون نمبر کی طرف تو میرا دھیان نہیں گیا تھا اور اگر مجھے یاد بھی آ جاتا تو انزلہ سے اس کے گھر کا فون نمبر مانگتے مجھے بہت آکورڈ لگتا۔“ سکندر

نے صاف گوئی سے کہا تھا۔

”سکندر میرے یار محبت بھی کرتے ہو اور اس میں احتیاط بھی برت رہے ہو۔ اس طرح تو بہت مشکل ہو جائے گی۔“ اسد اب کچھ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

”پھر اب کیا کیا جائے؟“ سکندر نے بہ غور اس کی سنجیدگی کو دیکھا تھا۔

”محبت مجھ سے پوچھ کر کی تھی۔“ اسد نے پھر اسے تنگ کیا تھا۔

سکندر نے اسے گھورنے پر اکتفا کیا تھا۔

”میرے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا ہے سکندر۔ گھر تو تم نے انزلہ کا دیکھ لیا ہے۔ بس کسی بہانے سے ہم دونوں چلتے ہیں اس سے ملتے۔“ اسد اس کے گھورنے پر ایک بار پھر سنجیدہ ہوا تھا۔

”اسد! میں نے تمہیں اریبہ کے روڈ انداز کے بارے میں بھی بتایا تھا۔ اس کے باوجود تم ایسا کہہ رہے ہو۔“ سکندر کو ایک دم اریبہ کا اس دن والا سلوک یاد آیا تھا۔

”یار! کہیں نا کہیں سے تو لو۔ اب رستہ تلاش کرنا ہے ناں۔ یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں خود ڈیل کرلوں گا۔ ویسے سکندر ایک بات تو بتاؤ آخر اس لڑکی میں ایسا کیا تھا جو تم ایک ہی نظر میں گھائل ہو گئے؟“ اسد سنجیدہ ہوتے ہوئے ایک بار پھر شریر ہوا تھا۔

”جب تم اسے دیکھو گے تو پھر تمہیں خود ہی میرے گھائل ہونے کا سبب معلوم ہو جائے گا۔“ سکندر کی آنکھوں کے سامنے اریبہ کا خوب صورت چہرہ آ گیا۔

”کیا وہ اپنی بہن سے زیادہ خوب صورت ہے؟“ اسد کا لہجہ اشتیاق بھرا تھا۔

”تم جانتے ہو خوب صورتی کو میں کبھی اولیت نہیں دیتا لیکن میں اس کی خوب صورتی سے انکار نہیں کررہا۔ انزلہ ایک پارہ صفت لڑکی ہے۔ جب کہ اریبہ مجھے اس چاند کی مانند لگی ہے جس کی روشنی روح کو منور کردے۔“ سکندر نے ایک جذب کے عالم میں اس کی تعریف کی تھی۔

”تم جیسے بزنس مین کے منہ سے ایسی باتیں سن کر میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ لڑکی کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے۔“ اسد نے اسے چھیڑا تھا۔

”بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔“ سکندر نے محظوظ ہوتے اس کی تائید کی تھی۔

❁☆❁

انزلہ کی پیشانی کی اسٹیچنگ ہوئی تھی اور ایک ہاتھ اور کلائی پر بینڈیج ہوئی تھی۔ ہوش میں آنے پر اس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھول دیں۔ خود کو اسپتال کے کمرے میں دیکھ کر انزلہ کو سارا واقعہ یاد آ گیا۔ اس کی کار بجلی کے پول میں لگی تھی۔ اس کے بعد اسے ہوش نہیں رہا تھا۔ مگر مجھے یہاں لایا کون؟ یہ سوال ذہن میں فوراً اٹھا تھا۔

”گڈ گرل۔“ معمر ڈاکٹر عزیز خان نے اسے ہوش میں آتا دیکھ کر اس کا گال تھپتھپایا تھا۔

”م...... مجھے گھر جانا ہے۔“ انزلہ کے حواس پوری طرح بیدار ہوئے تو۔ اس کو گھر کی پریشانی نے ستایا وہ ایکدم بیڈ پر اٹھ بیٹھی تھی۔

”ہاں بیٹا۔ ہم آپ کو ابھی ڈسچارج کررہے ہیں۔ لو بھئی سکندر تمہاری پیشنٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ تم انہیں گھر لے جاسکتے ہو۔“ ڈاکٹر عزیز نے انزلہ کو تسلی دیتے اپنے عقب میں کھڑے سکندر کو مخاطب کیا تھا۔

”تھینک یو ڈاکٹر۔“ سکندر ایکدم انزلہ کے بیڈ کے نزدیک آیا تھا۔ اس کی نظر ڈاکٹر کی سمت تھی۔ جو سکندر کو انزلہ کی میڈیسن کے بارے میں ہدایت دیتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

”آ...... آپ؟“ ڈاکٹر عزیز خان کے جانے کے بعد انزلہ آنکھوں میں حیرتوں کے سمندر لیے سکندر کی سمت دیکھ رہی تھی۔ اس مہربانی کو وہ کیسے بھول سکتی تھی۔

”انزلہ زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب یہ اتفاق تھا کہ میں آفس سے نکلا تو تم مجھے اپنی کار میں سڑک پر زخمی حالت میں نظر آئیں۔ یوں میں تمہیں اسپتال لے آیا اور کار تمہاری ورکشاپ میں ہے۔ ویسے یہ سب کچھ ہوا کیسے انزلہ کو تفصیل سے آگاہ کرنے کے بعد وہ اس حادثے کے بارے میں بھی استفسار کررہا تھا۔

”دراصل میں آج کل ڈرائیونگ سیکھ رہی ہوں۔ اماں جی تو میری ڈرائیونگ سیکھنے کے سخت خلاف تھیں لیکن اریبہ نے مجھے ان سے اجازت لے کر دی تھی۔ وہی مجھے ڈرائیونگ سیکھا رہی تھی۔ بس آج میں اکیلے ہی گاڑی لے کر نکلی تھی اور اچانک یہ حادثہ ہو گیا۔“ انزلہ نے اسے تمام روداد

سنادی۔ ”تھینک یو سو مچ سکندر بھائی۔ میری ہیلپ کرنے آپ ہر بار پہنچ جاتے ہیں۔“ انزلہ نے تشکر آمیز انداز میں پہلی بار اسے کسی رشتے سے مخاطب کیا تھا۔

”اوہو بھئی میں تو تمہارے منہ سے انکل ونکل سننے کا منتظر تھا۔“ اسے شرارت سے چھیڑا تھا۔

”ابھی آپ اس اسٹیج پر نہیں پہنچے۔“ انزلہ نے برجستہ جواب دیا۔ ”سکندر بھائی! ہمیں چلنا چاہیے کیوں کہ میں گھر سے بغیر بتائے نکلی ہوں اماں جی تو سو رہی تھیں اور اریبہ کو آفس سے دیر ہو گئی تھی۔ اسی کا فائدہ میں نے اٹھایا تھا جس کا رزلٹ بہت خراب نکلا۔“ انزلہ کو ایک بار پھر گھر کی پریشانی ہوئی تھی۔

”اوہو۔“ یہ تو تم نے بہت غلط کیا ناں اب گھر والے تو پریشان ہو رہے ہوں گے۔ چلو...... چلو ہری اپ۔“ سکندر کو فوراً اس کی غیر ذمہ داری کا احساس ہوا تھا۔ وہ اسے اپنی ہمراہی میں لے کر کمرے سے باہر نکلا تھا۔

انزلہ کی ہمراہی میں ڈرائیونگ کرتا سکندر سوچ رہا تھا کہ آج آفس میں بیٹھے وہ اور اسد انزلہ کے گھر جانے کے لیے کیسے کیسے بہانے سوچ رہے تھے لیکن کیسا اتفاق ہوا کہ انزلہ ایک بار پھر اس سے آٹکرائی۔ قسمت نے اس کی مشکل آسان کر کے اس کے لیے از خود بہانا پیدا کر دیا تھا۔ اس کی لگن سچی تھی۔

دس منٹ کی ڈرائیونگ میں سکندر نے کار انزلہ کے گھر کے آہنی گیٹ کے سامنے روک دی تھی۔ ابھی وہ دونوں کار سے باہر بھی نہیں نکلے تھے کہ گیٹ پر کھڑا واچ مین انزلہ کو زخمی حالت میں دیکھ کر پہلے تو پریشان ہوا پھر فوراً اندر اطلاع دینے بھاگا تھا۔ اس سب سے بے خبر وہ سکندر کے ساتھ کار سے باہر نکلی تو اماں جی اور اریبہ انتہائی گھبرائی ہوئی گیٹ سے باہر نکل رہی تھیں۔

”ہائے میری بچی۔“ اماں جی تو انزلہ کو اس حالت میں دیکھ کر اپنا سارا غصہ اور خفگی بھلا کر اسے سینے سے لگا کر رونے لگی تھیں۔

گھبرائی ہوئی اریبہ کی پہلی نظر انزلہ سے کچھ فاصلے پر کھڑے سکندر نواز کی سمت اٹھی تھی۔ نظروں کا یہ تصادم دونوں طرف ہوا تھا۔ سکندر کی پیاسی نظر نہ جھکی تھی لیکن اریبہ فوراً نظریں جھکاتے ہوئے انزلہ کی جانب متوجہ ہوئی تھی اسے اپنے پیروں پر کھڑا دیکھ کر گو کہ وہ مطمئن ہوئی تھی لیکن اس کے زخم دیکھ کر اسے پریشانی نے گھیر لیا تھا۔

انزلہ اماں جی کے سینے سے لگی اپنے زخمی ہونے کے قصے کے ساتھ سکندر کا بھی ذکر کر رہی تھی اور اریبہ بہ غور سارا قصہ سن رہی تھی۔

”اچھا آپ لوگ مجھے تو اجازت دیں۔“ خاموش کھڑے سکندر نے ان تینوں خواتین کے درمیان مداخلت کی تھی۔

”ارے بیٹا ایسے کیسے تمہیں جانے دیں گے۔ تم نے ہماری بچی کی جان بچائی ہے۔ چلو بیٹا اندر چلو۔“ اماں جی فوراً سکندر کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے بڑی شفقت سے گویا ہوئی تھیں اور انزلہ کو لے کر کھلے گیٹ کی جانب بڑھ گئیں۔

”اب تو سکندر صاحب آپ کو اندر چلنا ہی پڑے گا۔“ اریبہ اخلاقی مسکراہٹ سمیت پہلی بار اس سے مخاطب ہوئی تھی۔ اس واقعے کے بعد آج اس کے دل میں سکندر کی قدر و منزلت بڑھ گئی تھی۔ وہ دونوں ابھی تک گیٹ سے باہر کھڑے تھے۔

”او کے۔“ سکندر نے پنک سوٹ میں ملبوس اریبہ کو بہ غور دیکھا اور اس کی معیت میں گیٹ کے اندر داخل ہو گیا تھا۔

وہ اماں جی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھ چکا تھا اور اریبہ کچن کی سمت بڑھ گئی تھی۔

چائے اور دیگر لوازمات سے بھری ٹرالی جب وہ ڈرائنگ روم میں لے کر داخل ہوئی تو اندر کا ماحول بے حد خوشگوار تھا۔ اماں جی سکندر نواز کا پورا انٹرویو لے چکی تھیں اور اب اس سے ایسے باتیں کر رہی تھیں جیسے وہ ان کا بے حد قریبی رشتے دار ہو اور سکندر بھی اپنے دلکش لہجے کے ساتھ ان کے ساتھ اسی طرح گفتگو کر رہا تھا یعنی دونوں طرف اجنبیت کا احساس قطعی طور پر نہیں تھا۔

اریبہ نے بہ غور سارے ماحول کا جائزہ لیا اور ٹرالی گھسیٹ کر سینٹر ٹیبل کے قریب لے آئی اور اماں جی کے قریب ہی صوفے پر ٹک گئی۔

”چینی کتنی لیں گے آپ؟“ اریبہ نے چائے بناتے ہوئے سکندر سے استفسار کیا تھا۔

”صرف ایک چمچہ۔“ اماں جی سے گفتگو کرتے سکندر نے اس کی سمت بطور خاص نگاہ اٹھائی تھی۔

”اف یہ شخص دیکھتا کیسے ہے۔ آنکھ اٹھا کر جھکانا ہی بھول جاتا ہے۔ خود ہی سوال جواب کے عمل سے گزرنے کے بعد وہ سر جھکائے چائے میں چینی گھولنے لگی۔

سکندر اور اماں جی کو چائے تھمانے کے بعد اس نے دیگر لوازمات سرو کیے اور اپنا چائے کا کپ بنا کر ادھر ہی بیٹھی رہی۔ اس وقت وہ ان کا مہمان تھا۔ اس لیے اٹھ کر جانا اسے مناسب نہیں لگا۔ وہ اماں جی سے باتوں میں مگن تھا اور اریبہ نے دانستہ ان کے درمیان مداخلت نہیں کی۔ شاید اس کی اٹھتی ہوئی نظر کا خوف تھا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد سکندر وہاں سے جانے کے لیے اٹھا تھا۔

اس ڈیڑھ گھنٹے میں اماں جی اس کی اتنی گرویدہ ہوئیں کہ اسے دوبارہ آنے جانے کی بھی دعوت دی گئی جسے سن کر اس نے صرف ایک نظر خاموش بیٹھی اریبہ پر ڈال کر مسکرانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

اریبہ اسے باہر گیٹ تک چھوڑنے آئی تھی۔

”آپ کی بے حد اچھی میزبانی کا بہت شکریہ۔“ اس سے کلام کرنے کو دل بہانے ڈھونڈ رہا تھا۔ گیٹ سے نکلتے وقت سکندر اس سے مخاطب ہوا تھا۔

”سکندر صاحب ایسا کہہ کر آپ شرمندہ کر رہے ہیں۔ آپ نے دو بار انزلہ کی ہیلپ کی اس کے لیے تو ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔“ اریبہ نے اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا تھا۔ اس کے لہجے میں از خود لچک پیدا ہو گئی تھی۔

”میرا خیال ہے۔ جہاں اپنائیت ملے وہاں ایسی اجنبیت نہیں ہونی چاہیے۔“ اپنی کار کا لاک کھولتے اس کی آنکھوں میں جھانکتے سکندر کا لہجہ بے حد معنی خیز تھا۔

”جی۔“ اریبہ نے چونک کر اس کی پروقار شخصیت کو بہ غور دیکھا تھا۔

”اللہ حافظ۔“ سکندر کی کار اس کے سامنے سے گزر چکی تھی۔ لیکن وہ اس کی بات کے معنی ہی ڈھونڈتی رہ گئی پھر سر جھٹک کر گیٹ کی سمت پلٹ گئی تھی۔

❁☆❁

راحیلہ تقریباً روز ہی انزلہ کو دیکھنے آتی تھیں۔ اس شام بھی وہ بھتیجی کو دیکھنے آئی ہوئی تھیں اس کا حال احوال پوچھ کر وہ اماں جی کے پاس آ کر لاؤنج میں بیٹھ گئیں اور روزمرہ کی باتیں کرنے لگیں۔

”امی جان آپ کو پاپا بلا رہے ہیں۔“ اپنا میڈیکل بیگ اٹھائے لاؤنج میں داخل ہوتے حسن نے اماں جی کے ساتھ گفتگو میں محو راحیلہ کو پیغام دیا تھا۔ وہ اس وقت گھر سے ہی آ رہا تھا۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ انزلہ کی بینڈیج کر رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ یہی کام کرنے آیا تھا۔

”اچھا بیٹے ماں سے باتیں کرتیں راحیلہ نے بیٹے کو جواب دیا تھا۔ حسن انزلہ کی بینڈیج کرنے اس کے بیڈ روم کی سمت بڑھ گیا۔ انزلہ کے ساتھ باتیں اور ہنسی مذاق کرتے اس کی بینڈیج کرنے کے بعد وہ اریبہ کو ڈھونڈنے کچن کی سمت بڑھا تھا۔

”اریبہ کوکنگ میں بھی ماہر تھی لیکن بزنس کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد وہ کچن کے کاموں سے دور ہو گئی تھی۔ لیکن انزلہ کی فرمائش پر اسے کچن میں جانا ہی پڑتا تھا۔

”اریبہ! یہ سکندر نواز آخر چیز کیا ہے۔ جب دیکھو اماں جی اور انزلہ کی زبان سے اسی کی تعریفیں سننے کو ملیں گی۔ ابھی اس کی بینڈیج کرنے گیا تو محترمہ کی گفتگو سکندر بھائی سے شروع ہو کر سکندر بھائی پر ہی ختم ہوئی۔“ حسن کچن میں داخل ہوتے بلا کسی تمہید کے شروع ہو گیا۔ سکندر نواز سے اس کا غائبانہ تعارف تھا۔ وہ ابھی تک اس سے ملا نہیں تھا۔

”ڈاکٹر حسن زمان! وہ کوئی چیز نہیں بلکہ انتہائی گریس فل شخص ہے۔“ کچن کاؤنٹر پر باؤل میں رکھے فروٹ ٹرائفل بناتے ہوئے اریبہ نے اسے چھیڑا تھا۔

”اوہ تو تم بھی ان ہی کی زبان بول رہی ہو۔“ حسن نے لمبی سی اوہ کرتے خفگی سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

”بھئی اچھے کو تو اچھا ہی کہیں گے ناں اور پھر تم نے تو ابھی سکندر نواز کو دیکھا ہی نہیں ہے تو جیلسی کا یہ عالم ہے جب دیکھو گے تو پھر کیا حال ہو گا۔“

”کیا کہا پھر سے کہنا۔ وہ اچھا ہے یعنی ہمارے ہوتے ہوئے تم کسی اور کو اچھا کہو کم از کم میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔“ گو کہ حسن اس کا انداز سمجھ گیا تھا لیکن پھر بھی جیلسی ہوتے اریبہ کو دونوں شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا تھا۔

”توبہ ہے حسن تم تو ذرا سا مذاق بھی برداشت نہیں کر سکتے اور پھر وہ کون سا ہمارے گھر دوبارہ آیا ہے۔ پچھلے ایک

ہفتے سے وہ روز فون پر اماں جی سے انزلہ کی طبیعت کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ اس نے گھر آنے کی تو دوبارہ زحمت ہی نہیں کی حالانکہ اماں جی ہر فون پر اسے گھر آنے کی دعوت دیتی ہیں۔" اریبہ نے خفگی بھرے انداز میں اس کے ہاتھ اپنے شانوں سے ہٹائے اور تیار شدہ ٹرائفل فریج میں رکھنے لگی۔

"آئندہ تم ایسا مذاق میں بھی نہیں کہو گی، جانتی ہو ناں تمہارے اور اپنے درمیان میں کسی تیسرے کا ذکر سننا بھی پسند نہیں کرتا۔" حسن نے اپنی کیفیت پر کنٹرول کرتے ہوئے بڑی چاہت سے اریبہ کا نازک سا ہاتھ تھاما تھا۔

"حسن! مجھے کبھی کبھی تمہاری اس شدت پسندی سے بہت خوف آتا ہے۔" اریبہ کا لہجہ متانت بھرا تھا۔

"یہ شدت پسندی بھی تو جان حسن تمہارے لیے ہے۔" وہ ایک جذب کے عالم میں بولا۔

"اب تم پٹڑی سے اترنے لگے ہو۔" اریبہ نے اس کی ٹون بدلتے دیکھ کر ایک دم اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑایا تھا۔

"ستم پر ستم کرتی ہو کبھی غور کیا ہے تم نے۔" حسن کی آنکھوں میں جذبے لو دینے لگے تھے۔

"ستم بھی تو اسی پر کرتی ہوں جو اس کا حق دار ہے۔" اریبہ نے شرارت سے ٹکڑا لگا کے کچن سے بھاگنے میں ہی اپنی عافیت جانی تھی۔ حسن اس کی بات پر محظوظ ہوتا اس کے پیچھے ہی کچن سے باہر نکلا تھا۔

❁☆❁

اریبہ کے گھر تک سکندر کی رسائی پر اسد حسین بے حد خوش ہوا اس نے تو سکندر سے باقاعدہ ٹریٹ لی تھی۔ اس دن شام میں تقریباً دو ہفتوں بعد سکندر انزلہ کی عیادت کے لیے آیا تھا۔ اماں جی تو اسے دیکھ کر کھل اٹھی تھیں۔

"دیکھیں اماں جی بیٹا کہتی ہیں تو پھر ایسا مہمانوں والا پروٹوکول نہ دیں۔" سکندر اپنے پرجوش استقبال پر شرمندہ ہو رہا تھا۔ کیوں کہ ملازم نے اس کی اطلاع اندر دی تھی اور اماں جی خود اسے لینے باہر پہنچ گئی تھیں۔

"اچھا پھر ادھر ہی آ جاؤ۔" اماں جی اسے لے کر ٹی وی لاؤنج میں آ گئی تھیں۔ انزلہ ٹی وی لاؤنج میں ہی موجود تھی۔ سکندر کو دیکھ کر اسے خوشی ہوئی تھی۔ اسے سلام کرتی شانوں پر سلیقے سے دوپٹہ پھیلانے لگی۔

"انزلہ یہ تمہارے لیے۔" سکندر نے خوب صورت ریپر میں پیک چاکلیٹس کے پیکٹ اس کی سمت بڑھائے۔ بڑی دلچسپی سے اس کا حلیہ دیکھا تھا۔ جینز کی پینٹ پر کرتا پہنے اور اوپر سے لمبا چوڑا دوپٹہ۔ "بھئی واہ کیا فیشن ہے وہ دل ہی دل میں ہنسا تھا اور اماں جی کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"تھینکس بڑی جلدی آپ کو میری عیادت کا خیال آیا۔" انزلہ نے چاکلیٹس کے پیکٹس تھام لیے تھے۔ کارنر ٹیبل پر پیکٹس رکھتے ہوئے اس نے سکندر سے شکوہ کیا تھا۔

"بھئی تمہیں تو عیادت کی بھی ضرورت نہیں تم تو پہلے سے بھی اچھی دکھائی دے رہی ہو۔" سکندر نے بھی اسے چھیڑا تھا کیوں کہ اس کی پیشانی کا زخم بھی ٹھیک ہو چکا تھا اور ہاتھ کی بینڈیج وغیرہ بھی کھل چکی تھی۔

"ہونہہ سکندر بھائی، مجھے پھینک کر آپ ایسا غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔" انزلہ بھی اس کی خوب کھنچائی کے موڈ میں تھی۔

"ہائیں ہائیں انزلہ یہ کس طرح بات کر رہی ہو۔ سکندر بیٹا تم خیال نہ کرنا۔ یہ منہ پھٹ ہے اسی طرح الٹا سیدھا بولتی ہے۔" اماں جی اسے سرزنش کرنے کے بعد سکندر سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"لیکن اماں جی یہ بہت اچھا بولتی ہیں۔" سکندر نے شرارت سے ٹکڑا لگایا تھا۔

"تھینکس۔" انزلہ بھی جواباً شرارت سے مسکرائی تھی۔

"جاؤ اکرم سے کہو جانے کے لیے۔" اماں جی نے انزلہ سے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی باہر نکل گئی جب کہ سکندر کی متلاشی نگاہیں اس چہرے کو ڈھونڈنے لگیں جس نے اس کا قرار لوٹ رکھا تھا۔ آخر وہ اسی کی خاطر تو یہاں آیا تھا۔

"السلام علیکم۔" اریبہ کسی باد صبا کے جھونکے کی مانند اپنے ہی دھیان میں اندر داخل ہوئی تھی۔ آج اسے آفس سے دیر ہو گئی تھی۔ اماں جی کے ساتھ بیٹھے سکندر کو دیکھ کر وہ ٹھٹک سی گئی تھی۔ سکندر کی نگاہ بھی بڑی بے قراری سے اس کی سمت اٹھی تھی۔

"کیسے ہیں آپ سکندر صاحب؟ بہت دنوں بعد چکر

لگایا ہے۔" "انزلہ تو آپ کو بہت یاد کر رہی تھی۔" یہ اس کی سکندر سے اتفاقی طور پر دوسری ملاقات تھی لیکن وہ پہلے دن سے اس کی نظر سے خائف تھی۔ اس وقت بھی اس کی نظر سے الجھتی وہ بہ ظاہر نارمل انداز میں کہتی سنگل صوفے پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ شولڈر بیگ اس نے صوفے کے ایک جانب رکھ دیا تھا۔

"بس کچھ بزنس کی مصروفیت تھی۔" اپنے دلکش لب و لہجے میں وہ اریبہ سے مخاطب تھا۔

"جی ہاں بزنس بھی وقت مانگتا ہے۔ ارے اماں جی آپ نے سکندر صاحب کو چائے نہیں پلوائی۔" سکندر کو جواب دیتے ہوئے اریبہ کو مہمان نوازی کا خیال آیا اس کا روئے سخن اماں جی کی طرف تھا۔

"انزلہ سے کہا تو ہے تم بھی ذرا جا کر دیکھ لو اور رات کے کھانے پر بھی ذرا اہتمام کروا لو سکندر بیٹا آج کھانا ادھر ہی کھائے گا اماں جی کا لہجہ قطعی تھا۔

"پلیز اماں جی! کھانے وغیرہ کا بالکل تکلف نہ کریں۔ مجھے بھی کسی دن اپنی خدمت کا موقع دیں۔ میرے گھر بھی آئیں آپ لوگ۔" سکندر نے بڑے مہذب انداز میں کھانے پر انکار کرتے ہوئے انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی وہ ان کے خلوص سے بے حد متاثر ہوا تھا۔

"بیٹا تمہارے گھر بھی ضرور آئیں گے لیکن آج تم کھانا کھا کر ہی جاؤ گے یہ میرا حکم ہے۔" اماں جی نے بڑی محبت سے کہا تھا۔

اماں جی کچھ زیادہ ہی اس شخص پر مہربان ہو رہی ہیں اریبہ سوچتی ہوئی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

فریش ہو کر اریبہ نے کچن کا رخ کیا۔ کچن میں انزلہ اکرم کے ساتھ چائے کی ٹرالی سیٹ کرانے میں لگی ہوئی تھی اور ساتھ ساتھ اسے بڑے بزرگانہ انداز میں سمجھا رہی تھی۔ اریبہ کو اس کا انداز دیکھ کر پیار کے ساتھ ہنسی بھی آئی تھی۔

اریبہ نے تیار شدہ ٹرالی انزلہ کے ہاتھ ہی اندر بھجوا دی اور خود اکرم کے ساتھ رات کے کھانے کی تیاری میں لگ گئی۔ وہ دوبارہ لاؤنج میں نہیں گئی تھی۔ دو تین ڈشز بنانا تھیں۔ اکرم کے ساتھ مل کر اس نے سب کچھ تیار کر لیا۔

ڈائننگ ہال میں کھانا لگانے کے بعد وہ سب کو لاؤنج میں اطلاع دینے گئی تھی لیکن وہ حسن کی موجودگی پر حیرت زدہ سی رہ گئی تھی۔

سکندر بڑے خوشگوار انداز میں حسن کے ساتھ اپنے بزنس کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ جب کہ حسن بڑا سنجیدہ اور لیے دیئے نظر آ رہا تھا۔

اریبہ نے بہ غور تمام ماحول کا جائزہ لیا تھا۔ حسن گھر جانے کے لیے اٹھا تھا لیکن اماں جی کے اصرار پر کھانے پر رک گیا تھا۔ پھر کھانے کے بعد سکندر زیادہ دیر وہاں نہیں بیٹھا۔ چلتے وقت اس نے اماں جی کے ساتھ حسن کو بھی اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ سکندر کے جانے کے بعد حسن بھی اماں جی کو خدا حافظ کہتا گھر جانے کے لیے باہر نکلا تھا۔

"حسن! میں کافی بنا رہی ہوں۔ پی کر جانا۔" اریبہ اس کے پیچھے باہر لان تک آئی تھی۔

"نہیں گھر چلوں گا اب۔" حسن اس وقت بھی بے حد سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا اور اس کی یہ سنجیدگی اریبہ کو بہت محسوس ہو رہی تھی کیوں کہ اریبہ اس کے سامنے ہو اور وہ کوئی شوخ فقرہ نہ کہے یہ کیسے ہو سکتا تھا۔

"اے یہ تم اتنے خاموش کیوں ہو؟" اریبہ نے بڑی چاہت سے آگے بڑھ کر اس کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ یہ اسے روکنے کی کوشش تھی۔

"یہ تم کب سے اتنے فرمانبردار ہو گئے ہو۔" اریبہ نے ماحول کی سنجیدگی کو دور کرنے کے لیے شرارت سے کہا تھا۔

"مجھے یہ سکندر نواز بالکل پسند نہیں آیا۔" حسن نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنی رائے دی تھی۔

"ہاں وہ تو میں جانتی ہوں کہ تم اپنے سے زیادہ کسی اور ہینڈسم شخص کو برداشت نہیں کر سکتے۔" اریبہ کا لہجہ شرارت بھرا تھا۔

لان کی دودھیا لائٹس میں حسن اسے گھور کر رہ گیا تھا۔

"جانے بھی دو حسن۔ وہ تو بہت نائس اور بے ضرر سا شخص ہے۔ اماں جی نے تو اسے اپنا بیٹا بنا لیا ہے اور تم نہ جانے کیوں اس سے چڑ رہے ہو۔" اسے سمجھاتے ہوئے اریبہ کا لہجہ بے حد حلاوت بھرا تھا۔

"یہ انزلہ کی حماقت کی وجہ سے ہمیں ایک غیر شخص کے ساتھ راہ رسم بڑھانے پڑے۔" حسن کے لہجے میں اب سنجیدگی قدرے کم تھی۔

"حسن! کیا اس وقت ہم اپنی کوئی بات نہیں کر سکتے۔"

اسے سکندر نواز پر اٹکے دیکھ کر اریبہ خفگی سے بولی تھی۔

"کیا کہا اپنی بات۔" اس کی بات سن کر حسن کا موڈ ایکدم تبدیل ہوا تھا۔ سکندر نواز کہیں پس منظر میں چلا گیا تھا۔

"تم بہرے نہیں ہو۔" اریبہ خفا ہوتی ہوئی اندر جانے کے لیے پلٹی تھی۔

"وقت اور ماحول دونوں ہی بے ایمان ہو رہے ہیں ایسے میں، میں نے اپنی بات کی تو تم یہاں ایک پل بھی ٹھہر نہ پاؤ گی۔" حسن نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ کر اپنے سامنے کیا تھا۔ اس کا لہجہ انتہائی مخمور اور نگاہوں میں شرارت جھلک رہی تھی۔

"ذرا اندر آ کر اماں جی کے سامنے سنانا پھر تو مزا بھی آئے گا۔" اریبہ نے پلٹ کر اسے شریر انداز میں مشورہ دیا تھا۔

❁☆❁

سکندر بہت دنوں سے ان سب کو اپنے گھر ڈنر پر انوائیٹ کر رہا تھا۔ آج، کل پر اماں جی ٹال رہی تھیں۔ انزلہ کی شدید خواہش تھی اس کے گھر جانے کی جب کہ اریبہ نے کوئی رسپانس نہیں دیا تھا پھر اس کے بے حد اصرار پر اماں جی کو اس کی دعوت قبول کرنا ہی پڑی۔ اریبہ نے اس کے سامنے تو نہیں البتہ اماں جی کو آفس کی بے حد مصروفیت کا بہانہ کر کے ڈنر پر جانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

"شکریہ۔" سکندر دھیرے سے کہتے چیئر کھسکا کر اس کے مقابل بیٹھ گیا تھا۔

"جی سکندر صاحب! یہاں کیسے آنا ہوا؟" اریبہ نے خود پر اٹھنے والی نگاہ فوراً محسوس کی تھی اس کا لہجہ بے حد سادہ تھا۔

"آپ کو میرا یہاں آنا اچھا نہیں لگا؟" سکندر نے فوراً اس کی بات پکڑی تھی۔

"ایسی بات نہیں سکندر صاحب۔" اریبہ خفیف سا ہوئی تھی۔

"مس اریبہ۔" سکندر کے سرخ و سپید خون چھلکتے چہرے پر سنجیدگی کی گہری چھاپ دکھائی دے رہی تھی۔ "میرا نام سکندر ضرور ہے لیکن آپ نے صاحب لگا کر اسے میری چڑ بنا دیا ہے۔ آخر آپ مجھے سکندر کیوں نہیں کہتی ہیں۔" پہلی بار وہ اس سے بڑی دھونس سے مخاطب ہوا تھا۔

"میں آپ کو سکندر صاحب کہوں یا سکندر۔ اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اریبہ کا انداز نارمل تھا لیکن وہ سکندر کے لہجے کے نئے پن سے اندر ہی اندر گھبرا ضرور گئی تھی۔

"لیکن یہ فرق مجھے ضرور پڑتا ہے اور کبھی فرصت میں آپ کو سمجھاؤں گا۔ فی الحال تو مجھے یہ بتائیں کہ آپ رات ڈنر پر کیوں نہیں آئیں؟" سکندر کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"میرا خیال ہے اماں جی سے آپ کو وجہ معلوم ہو گئی ہو گی۔" اریبہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

"اریبہ! میں جانتا ہوں۔ وہ صرف آپ کا مجھ سے فرار حاصل کرنے کا ایک بہانہ تھا اور یہ بھی آپ کو بتا دوں کہ جس عورت کو مرد چاہتا ہے اس کے ہر ہر انداز کو وہ از خود جان لیتا ہے۔ میں محبت کے فلسفے کو نہیں جانتا تھا لیکن تمہیں دیکھا تو محبت کا فلسفہ اور محبت کا مطلب سمجھ میں آ گیا۔ اریبہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" سکندر نے تکلفات کی تمام دیواریں گراتے ہوئے بڑے سادہ سے انداز میں اپنا مدعا بیان کیا تھا۔

"ج...... جی۔" اریبہ جو اس کی بے تکلفی ہی سہہ نہ پائی تھی کہ اس نے شادی کی پیش کش کر کے اسے حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن کر دیا تھا۔ اریبہ کو اپنے دل کی دھڑکنیں بند ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس کی چھٹی حس اسے خوامخواہ وارننگ نہیں دیتی تھی۔ اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی تھی۔ وہ سکندر سے نظریں چراتی بالکل خاموش ہو گئی تھی۔

"اریبہ!" سکندر نے اسے دھیرے سے پکارا وہ اس کی خاموشی سمجھنے سے قاصر تھا۔

"سکندر صاحب! میری منگنی بچپن سے اپنے کزن حسن کے ساتھ ہو چکی ہے ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ حسن کے ہاؤس جاب مکمل ہوتے ہی ہماری شادی ہو جائے گی۔" اریبہ نے ہنوز اس سے نظریں چراتے ہوئے بہ مشکل حقیقت بیان کی تاکہ وہ کسی دھوکے میں نہ رہ جائے۔

سکندر کو ایک جھٹکا لگا تھا۔ اس کی قوت گویائی ختم ہو گئی تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اس کے ارد گرد بڑا زوردار دھماکا ہوا ہے۔ جس میں اس کے وجود کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا اپنے ریزہ ریزہ ہوتے وجود کو سنبھالتے وہ بڑی خاموشی اور سرعت سے اریبہ

کے آفس سے باہر نکل گیا تھا۔

اریبہ اس لمبے چوڑے مرد کے شکست خوردہ وجود کو دیکھتی ہی رہ گئی۔ بڑے تھکے تھکے انداز میں اس نے اپنا سر چیئر کی بیک سائیڈ پر ٹکا دیا تھا۔

❁☆❁

اریبہ کے صدمے نے سکندر کو نڈھال کر دیا تھا۔ وہ ایک ہفتے سے بخار کی لپیٹ میں تھا۔ اسد حسین اس کی دن رات تیمارداری میں لگا ہوا تھا۔ آج کل وہ اسی کے گھر ٹھہرا ہوا تھا۔ شروع میں تو دو دن اسد کی والدہ بھی اس کی طبیعت کے پیش نظر ان کے پاس ہی رہیں۔ سکندر کے بخار کو وہ موسم کی تبدیلی کا اثر سمجھ رہی تھیں لیکن اصل وجہ تو صرف اسد کو ہی معلوم تھی اور اس نے یہ وجہ اپنی والدہ کو نہیں بتائی۔ آخر دوست کی پردہ داری بھی اسے رکھنا تھی۔ ڈاکٹر اس کا روز چیک اپ کرنے آتا تھا اور آج تقریباً دس دن بعد وہ سنبھلا تھا۔

"یار سکندر! تمہاری دس دنوں کی تیمارداری نے مجھے مکمل نرس بنا دیا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کسی بھی اسپتال میں مجھے آسانی سے جاب مل سکتی ہے۔" اسد نے اسے میڈیسن کھلا کر اس کے بیڈ کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ کر اس کا دل بہلانے کے لیے مذاق شروع کیا تھا۔

"اسد یار میں محبتوں کے معاملے میں اتنا بدقسمت کیوں ہوں۔ بچپن میں ماں کی محبت سے محروم ہو گیا' جوان ہوا تو باپ کی محبت بھی خواب بن گئی اور...... اور اب اریبہ کی محبت نے بھی مجھے ٹھکرا دیا۔" سکندر کے لہجے میں دکھ کے ساتھ یاسیت نمایاں تھی۔

"سکندر! میرے دوست خود کو سنبھالو۔ اسی کا نام زندگی ہے۔ ویسے مجھے اس لڑکی کو دیکھنے کی شدید خواہش ہے جس نے میرے یار کی یہ حالت بنائی ہے۔" اسد متانت بھرے لہجے میں کہتے اسے سمجھا رہا تھا۔ پھر وہ ادھر ادھر کی باتوں سے کافی دیر تک سکندر کا دل بہلاتا رہا۔

سکندر کافی دنوں سے ان کے گھر نہیں آیا تھا۔ اس لیے اماں جی نے انزلہ سے فون کروایا تو ادھر سے اسد کے ذریعے سکندر کی طبیعت خراب ہونے کا معلوم ہوا تھا۔ سکندر کی حالت کا سن کر اماں جی اور انزلہ سے نہ رہا گیا۔ اماں جی انزلہ کو لے کر سکندر کی عیادت کو نکل کھڑی ہوئیں۔

البتہ اریبہ اپنی جگہ چور بن کر رہ گئی تھی۔ سکندر کی بے وقت بیماری کا کارن وہ خود تھی لیکن یہ بات وہ اماں جی اور انزلہ کو نہیں بتا سکتی تھی۔

واپسی پر اماں جی اور انزلہ اس کے بخار پر تبصرہ کرنے لگیں۔

"اماں جی! سکندر بھائی تو بہت کمزور دکھائی دے رہے تھے۔" انزلہ نے اماں جی کی کسی بات کے جواب میں کہا تھا۔

"ہاں بیٹا ایک ہفتے کے بخار نے بچے کو جھلسا دیا ہے۔ ایک تو سر پر کوئی بزرگ بھی نہیں ہے اوپر سے ابھی تک شادی بھی نہیں کی ہے۔ یہ تو شکر ہے کہ سکندر کا دوست اس کے ساتھ ہے ورنہ بے چارہ تنہا ہی پڑا رہتا۔ اریبہ بیٹے کل تم بھی آفس سے آتے ہوئے سکندر کی عیادت کو چلی جانا۔ کسی کے احسان کو یاد رکھنا چاہیے بیٹا۔" اماں جی نے سکندر کے لیے ہمدردی کا اظہار کرتے اسے بھی شفقت بھرے انداز میں سمجھایا تھا۔ پھر قریب پڑا پاندان کھول کر پان بنانے میں مصروف ہو گئیں۔

"ہاں اریبہ' ضرور جانا۔" اماں جی کی ہاں میں ہاں ملاتی ان کے کھلے پاندان سے کٹی چھالیہ کھاتے انزلہ نے بہن کو تاکید کی تھی۔

"چلی جاؤں گی۔" اریبہ گہرا سانس لیتے ہوئے بے حد الجھے ہوئے انداز میں اماں جی کے کمرے سے اٹھی تھی۔

دوسرے دن ہزار بار سوچنے کے بعد اریبہ نے آفس سے واپسی کے وقت اپنی کار کا رخ سکندر کے گھر کی سمت کیا تھا۔ ایڈریس انزلہ سے معلوم کیا تھا۔ اس لیے بہت آسانی سے وہ ادھر پہنچ گئی۔ انتہائی وسیع و عریض خوب صورت طرز پر بنی کوٹھی میں قدم رکھتے اریبہ کے قدم ڈگمگا سے گئے سب سے پہلے اس کی مڈبھیڑ اسد حسین سے ہوئی تھی۔ سو برے اسد سے علیک سلیک کرنے کے بعد پہلے تو اپنا تعارف کروایا پھر سکندر کے بارے میں استفسار کیا تھا۔

"آیئے میرے ساتھ۔ سکندر اپنے بیڈروم میں ہے۔" اسد اسے بڑے احترام سے لے کر آگے بڑھا تھا۔ کاٹن کے فیروزی سیاہ لائننگ والے سوٹ پر سیاہ دوپٹہ شانوں پر پھیلائے ہاتھوں میں خوب صورت سا بکے تھامے وہ بڑے پراعتماد انداز میں اسد کی معیت میں مختلف راہداریوں سے

گزر رہی تھی،
"اریبہ مسعود! واقعی تم کوئی شے ہو۔ ایسے ہی تو نہیں میرا پیارا دوست تمہارے آگے اپنا دل ہار بیٹھا۔ اپنے ساتھ قدم اٹھاتی اریبہ کو اس نے چور نظروں سے دیکھتے گویا دل ہی دل میں سراہا تھا۔ پھر اسد ایک کمرے کے آگے آ کر رک گیا۔ بغیر دستک دیئے وہ اریبہ کو لے کر کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہو گیا تھا۔

"بیڈ روم میں ملگجا سا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اسد نے فوراً کھڑکیوں کے دبیز پردے ہٹائے تھے' ملگجا سا اندھیرا دور ہو گیا تھا۔ بیڈ روم کی ایک ایک چیز اریبہ کی آنکھوں کے سامنے واضح ہو گئی تھی۔ وسیع و عریض بیڈ پر سکندر کروٹ کے بل منہ تک نرم کمبل اوڑھے سو رہا تھا۔

"سکندر...... سکندر یار سو رہے ہو کیا۔" اسد کی آواز سن کر بیڈ روم کا جائزہ لیتی اریبہ بھی اس کی سمت متوجہ ہوئی تھی۔

"ہوں۔" سکندر نے کروٹ بدلتے نیند میں ڈوبا ہنکارا بھرا تھا۔ لیکن چہرے سے کمبل نہیں ہٹایا تھا۔

"دیکھو' تمہاری عیادت کو مس اریبہ آئی ہیں۔" اسد نے اسے نارمل سے انداز میں اطلاع دی تھی۔

"اریبہ۔" یہ نام تو اس کی حیات کا حاصل تھا۔ میڈیسن کا خمار جو نیند کی صورت میں اس دماغ پر چھا رہا تھا وہ بھک سے اڑ گیا۔ اس نے ایکدم اپنے چہرے سے کمبل ہٹایا تھا۔ واقعی اسد کے ساتھ اریبہ کھڑی تھی۔ سکندر آنکھوں میں حیرت سمیٹے بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگاتا اٹھ بیٹھا تھا۔

"اب تم مس اریبہ کو کمپنی دو۔ میں ابھی آتا ہوں۔" اسد سکندر سے کہتا دانستہ دونوں کو تنہا چھوڑ کر بیڈ روم سے باہر نکل گیا تھا۔

"پلیز بیٹھو۔" سکندر نے اسے اپنے بیڈ کے قریب پڑی چیئر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ ہاتھوں میں بکے لیے ابھی تک اس کے بیڈ کے نزدیک کھڑی تھی۔ تنہا اس کے بیڈ روم میں وہ کچھ نروس دکھائی دے رہی تھی۔

"کیسی طبیعت ہے' سکندر صاحب۔" اریبہ نے بکے اس کے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اپنا اعتماد بحال کرتی چیئر پر بیٹھتے ہوئے نظر اس پر ڈالی تھی۔

"تمہیں کیسا لگ رہا ہوں؟" سکندر کا لہجہ بے حد معنی خیز تھا وہ اپنا آپ اس پر عیاں کرنے کے بعد آپ سے تم پر اتر آیا تھا۔ حالانکہ وہ جان چکا تھا کہ سامنے بیٹھی یہ پیاری سی لڑکی کسی اور کی امانت ہے لیکن وہ پھر بھی آپ پر واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔

"سکندر صاحب پلیز میں نے آپ کو پہلے مرحلے پر ہی آگاہ کر دیا تھا کہ آپ مجھ سے کوئی شکوہ نہیں کر سکتے۔" اریبہ اس کا اشارہ سمجھ گئی تھی اس کا تم کہنا اسے اچھا تو نہیں لگ رہا تھا لیکن اس شخص سے بحث کرنا فضول تھی۔

"ہاں یہی تو میری بدنصیبی ہے اور پلیز مجھے صرف سکندر کہو میں جانتا ہوں کہ یہ معاملہ یک طرفہ ہے' میں تم تک نہیں پہنچ سکتا لیکن کچھ تو ایسا رہنے دو جو میرے لیے زندگی بن جائے۔" سکندر انتہائی دلگیر و دلگرفتہ نظر آ رہا تھا۔

"او کے۔" اریبہ نے تھک کر سکندر کی سمت دیکھا۔ اس کی سرخ ڈوروں والی آنکھوں کی سرخی اس وقت مزید گہری ہو گئی تھی شاید وہ خود پر ضبط کر رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں اریبہ' اس وقت تم اپنے دل کی مرضی سے یہاں نہیں آئی ہو بلکہ اماں جی کے کہنے پر یہاں آئی ہو۔" سکندر بھی اسے بہت اچھی طرح جان چکا تھا۔ اس لیے اندازے ٹھیک ٹھاک لگا رہا تھا۔

"جی ہاں میں بالکل جھوٹ نہیں بولوں گی۔ مجھے اماں جی نے بھی کہا تھا لیکن اس کے علاوہ میں بھی ایک ہمدرد دل رکھتی ہوں۔" اس کی بات پر اریبہ چونکی ضرور تھی لیکن پھر اس نے بڑے اعتماد سے جواب دیا تھا۔

"آہ۔ لیکن یہ ہمدرد دل میرے لیے تو نہیں ہے۔" سکندر کا لہجہ بے حد ٹوٹا ٹوٹا سا تھا۔

"سکندر پلیز' میں مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی خود کو مجرم سمجھ رہی ہوں۔ محبت کے بارے میں مرد کی نفسیات کو تو میں نہیں سمجھتی لیکن عورت کی نفسیات کے بارے میں آپ کو اتنا بتا دوں کہ وہ جب کسی مرد سے محبت کرتی ہے تو ٹوٹ کر کرتی ہے۔ میں بھی حسن کو ٹوٹ کر چاہتی ہوں اور پلیز میری آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ اب آپ کبھی مجھ سے اس ٹاپک پر بات نہیں کریں گے۔" اریبہ رسانیت بھرے لہجے میں کہتی بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

"لیکن تمہیں بھی پہلی اور آخری بار میرے دل میں چھپی اس محبت کی کہانی کو سننا پڑے گا۔ جو صرف اور صرف

تمہارے لیے ہے۔" میں نے بھی حسین سے حسین عورت دیکھی ہے۔ بلکہ امریکہ جیسے آزاد ملک میں جہاں حسن جا بجا بکھرا ہوا تھا۔ میرا دل وہاں نہیں پگھلا حالانکہ میں بھی ایک لطیف احساس کا مالک دل رکھتا ہوں مجھے خود پر حیرت ہوتی ہے کہ پہلی نظر میں ہی تمہیں دیکھ کر میرا دل بے اختیار کیوں ہو گیا؟ شاید اسی کو محبت کہتے ہیں۔ میں نے تمہیں بہت شدتوں سے چاہا ہے اریبہ۔ میں پچھلے دس دن سے خود کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ تم میری نہیں ہو لیکن یہ دل کمبخت کبھی کسی کا دوست نہیں ہوا۔ یہی تو ساری خرابی پیدا کرتا ہے۔" سکندر اسے اپنی کتھا سناتا اپنے دل کو کوستا بے حد دکھی اور بکھرا بکھرا نظر آ رہا تھا۔ اس نے تھک کر اپنا سر بیڈ کراؤن سے ٹکاتے ہوئے آنکھیں موندھ لی تھیں۔

سکندر کا اظہار محبت اریبہ کو سن کرنے کے لیے کافی تھا۔ آخر وہ ایک مشرقی لڑکی تھی۔ اس کے دلکش چہرے پر سارے جسم کا خون سمٹ آیا تھا۔

"سوری اریبہ' شاید مجھے یہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا۔" سکندر کو اس کی خاموشی کھٹک گئی تھی۔ اس نے فوراً آنکھیں کھول کر اس کی حالت کو دیکھتے شرمندگی سے کہا تھا۔

"سکندر! آپ کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل پر ایک بوجھ سا آ گرا ہے۔ آپ بے حد اچھے انسان ہیں۔ میں دل سے آپ کی عزت کرتی ہوں لیکن اس معاملے میں' میں بے بس ہوں۔ حسن اور میرا رشتہ جتنا پائیدار نظر آتا ہے' اتنا ہی نازک بھی ہے' آپ کی ذرا سی کوتاہی میری آئندہ آنے والی زندگی میں آگ لگا سکتی ہے کیوں کہ عورت کی عزت کسی آبگینے سے کم نہیں ہوتی۔" اریبہ بڑے متانت بھرے انداز میں اسے نصیحت کر رہی تھی۔

"سوری اریبہ سوری۔ شاید میں اپنی جذباتیت میں یہ سب کچھ بھول گیا تھا، تمہاری عزت مجھے جان سے بھی پیاری ہے آج کے بعد یہ کتاب ادھر ہی بند ہوتی ہے' تمہیں میری ذات سے آئندہ کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور ہاں اگر زندگی میں کبھی کسی بھی موڑ پر تمہیں میری ضرورت محسوس ہو تو مجھے آواز دے لینا۔ میں تمہیں کبھی مایوس نہیں کروں گا۔" سکندر اپنے دل کا خون کرتے ہوئے اسے بڑے مان سے کہہ رہا تھا۔

"تھینک یو' تھینک یو سو مچ' سکندر۔" اریبہ اس کے خیالات سن کر ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ واقعی وہ بے حد سلجھا ہوا شخص تھا۔

"اب یہ نہ ہو کہ آپ گھر آنا جانا ہی چھوڑ دیں۔" اریبہ کا لہجہ بہت نرم تھا۔ وہ اب اس سے بڑے دوستانہ انداز میں مخاطب ہوئی تھی۔ اس بات کو وہ ہر پہلو سے سوچ رہی تھی۔

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ مجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں اور پھر اس گھر میں اماں جی ہیں' جنہوں نے مجھے ایک ماں کی محبت دی ہے۔ انزلہ ہے میری چھوٹی سی دوست۔ تم اطمینان رکھو۔" سکندر کا دل افسردگی کی گہری دھند میں تھا لیکن اس کی خاطر خود کو سنبھال رہا تھا۔

"سو نائس آف یو سکندر۔" اریبہ نے بڑے کھلے دل سے اس کی تعریف کی تھی۔

"یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔" سکندر نے بہ ظاہر مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی شکستگی تھی۔

اور پھر سکندر نے خود پر مصنوعی خول چڑھا کر اریبہ کا مان رکھا وہ جو ایک بے ساختہ نگاہ اس کی سمت اٹھتی تھی' اب ہمیشہ کے لیے جھک گئی تھی۔ اکثر وہ ان کے گھر آتا تھا۔ اماں جی کے ساتھ اسی طرح گھنٹوں باتیں کرنا' انزلہ کے ساتھ بھی چھیڑ چھاڑ اور لڑائی چلتی اور حسن کے ساتھ بھی اس کی مروت میں کمی نہیں آئی تھی لیکن حسن کا رویہ اس کے ساتھ ہنوز اول روز جیسا تھا اور حسن کا یہ رویہ اریبہ کو بے حد کھلتا تھا لیکن وہ اسے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔

سکندر کی تنہائی کو دیکھتے ہوئے اماں جی تو اس پر شادی کرنے کا زور ڈال رہی تھیں۔ ایک دن تو دبے دبے لفظوں میں اریبہ نے بھی اسے شادی کا مشورہ دیا تھا۔ اس کے مشورے پر سکندر کا دل کٹ کر رہ گیا تھا لیکن بہ ظاہر مسکرا کر ہامی بھر لی تھی جس پر اریبہ نے اطمینان کا سانس لیا تھا۔

انہیں گزرتے دنوں میں انزلہ کا تھرڈ ایئر کا رزلٹ آؤٹ ہو گیا تھا۔ وہ بے حد شاندار نمبروں سے پاس ہوئی تھی اس کی شاندار کامیابی پر سب گھر والوں نے اسے گفٹس دیئے تھے اور ان دنوں سکندر اپنے بزنس کی وجہ سے بے حد مصروف تھا اور جس دن وہ ان کے گھر آیا تو انزلہ نے اسے اپنی کامیابی کی خبر دے کر باقاعدہ دھونس اور لڑائی سے اپنا گفٹ مانگا تھا۔

اماں جی کے قریب بیٹھی اریبہ اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

"اس لڑکی کا بچپنا نہ جانے کب جائے گا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔

اب اگر تم مجھے فون پر ہی بتا دیتیں تو تمہارا گفٹ میرے آنے سے پہلے یہاں پہنچ جاتا۔ خیر چلو ابھی اٹھو تمہیں تمہارا گفٹ لے دیتے ہیں۔ سکندر اسے شریر انداز میں کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور انزلہ بھی فوراً ہی اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔

"ہائیں ہائیں انزلہ ایک تو بچہ اتنے دنوں بعد آیا اور تم نے اسے بیٹھنے بھی نہیں دیا۔" اماں جی پیچھے سے پکارتی ہی رہ گئیں لیکن وہ سکندر کے ساتھ یہ جا وہ جا ہو چکی تھی۔

"اس لڑکی کو نہ جانے کب عقل آئے گی۔" اماں جی بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اریبہ نے ان کی بڑبڑاہٹ خاموشی سے سنی تھی۔

"اریبہ بیٹے میں ذرا مرزا صاحب کی بیگم کی عیادت کو جا رہی ہوں ایک گھنٹے تک آجاؤں گی۔ ایک ہفتے سے ان کی بیماری کا سن رکھا ہے اور یہ ساتھ میں گھر ہے لیکن مجھ سے نکلا ہی نہیں گیا۔ اماں جی اسے تفصیل بتا کر دوپٹہ سر پر اچھی طرح اوڑھنے لگیں۔ یہ ان کے جانے کی تیاری تھی۔

"ٹھیک ہے۔ اماں جی آپ جائیں۔" اریبہ نے تپائی پر پڑا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی چلاتے ہوئے کہا تھا۔

اماں جی کے جانے کے بعد اریبہ ٹی وی پر کوئی قسط وار ڈرامہ دیکھنے میں محو ہو گئی تھی۔

"اریبہ! یہ انزلہ، سکندر نواز کے ساتھ کہاں گئی ہے۔"

حسن نے اپنے گھر کے گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے ان دونوں کو گاڑی میں جاتے دیکھ لیا تھا گو کہ اندر آتے اس کی مڈ بھیڑ اماں جی سے بھی ہوئی تھی لیکن اس نے ان سے پوچھنے کی زحمت نہیں کی۔ کیوں کہ آج حساب کتاب تو وہ اریبہ سے کرنے آیا تھا جو اریبہ کے اعتماد کے باوجود بہت مہینوں سے اس کے دل میں کسی آتش فشاں کے لاوے کی طرح پک رہا تھا۔

وہ بڑے سپاٹ سے لہجے میں استفسار کرتے ہوئے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"ارے ہاں، وہ انزلہ اپنے پاس ہونے کا گفٹ لینے گئی ہے۔" اریبہ ڈرامہ دیکھتے ہوئے اسے آگے کی تفصیل بتانے لگی۔ اس نے حسن کے لہجے پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

"بہت خوب ایک تیر سے دو شکار۔" حسن کا لہجہ ذو معنی تھا۔ وہ ابھی تک کھڑا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اریبہ اس کی بات پر بری طرح چونکی تھی۔ اس نے حسن کی سمت دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی۔ آج تو اس کے چہرے کے تیور ہی بدلے ہوئے تھے۔

"مطلب بہت آسان ہے، گھر میں تم ہو، سکندر کا دل بہلانے کے لیے اور باہر انزلہ۔" حسن نے انتہائی طنزیہ انداز میں کہا تھا۔

"حسن! تم کیا کہہ رہے ہو؟" اریبہ کی زبان لڑکھڑا گئی تھی۔ حسن کے منہ سے نکلنے والے الفاظ پر اسے یقین نہیں آرہا تھا یہ مہذب و متین سے حسن کا کون سا روپ تھا۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں میں۔" حسن سلگ کر بولا تھا۔

"تم اتنی گندی زبان بول سکتے ہو حسن، مجھے یقین نہیں آرہا، کہ میرے سامنے کھڑا شخص حسن زمان ہے۔" اریبہ کے اندر غصے و اشتعال کی ایک لہر اٹھی تھی۔

"میں اپنے حق کے لیے اس سے بھی زیادہ گندی زبان بول سکتا ہوں اریبہ۔ وہ اس گھر میں صرف تمہارے لیے آتا ہے۔ میں نے خود سکندر نواز کی آنکھوں میں تمہارے لیے محبت کی وارفتگیاں دیکھی ہیں۔ تمہیں دیکھ کر جو رونق اس کے چہرے پر آتی ہے۔ وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں مہینوں سے یہ سب دیکھ رہا ہوں۔" حسن نے آج اپنے شک کو زبان دے ہی دی۔

"حسن! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔" اریبہ کو اپنے دل کی دھڑکنیں بند ہوتی محسوس ہوئیں لیکن اپنے لہجے کو مضبوط بناتے ہوئے وہ صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ جس راز کو اس نے خود سے بھی چھپایا تھا حسن نے تو آج اسے آشکارا کر دیا تھا۔

"اچھا پھر تم اس کی عیادت کو کیوں گئی تھیں؟" حسن اسے کڑے تیوروں سے دیکھ رہا تھا۔

یہ خبر اسے روزمرہ کی باتوں کے دوران، ایک دن اماں جی سے ملی تھی۔

"حسن! کیا تم مجھے ایسا سمجھتے ہو؟ کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں۔ ایسی باتیں تو وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں ایک دوسرے پر اعتبار و اعتماد نہ ہو، ہمارا رشتہ اتنا کمزور تو نہیں تھا جو تم

اس نہج پر سوچنے لگے ہو۔" اریبہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے کو تھا لیکن فی الفور اس نے خود پر ضبط کیا ہوا تھا۔

"ناممکن کچھ بھی نہیں ہے۔ اریبہ ہرجائی پن مرد میں ہی نہیں ایک عورت میں بھی پایا جا سکتا ہے۔" حسن تپ اٹھا تھا۔

"بس کرو حسن خدا کے لیے بس کرو۔ تم اتنا گر سکتے ہو یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔" اریبہ گویا چیخ اٹھی تھی بے ساختہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"اگر یہ جھوٹ ہے تو پھر کیا سکندر نواز یہاں انزلہ کے لیے آتا ہے؟" حسن کا لہجہ تمسخرانہ تھا اس نے بڑی جانچتی ہوئی نگاہوں سے اریبہ کی سمت دیکھا تھا۔

"ہاں...... ہاں...... وہ یہاں انزلہ کے لیے آتا ہے۔ وہ انزلہ کو پسند کرتا ہے۔" اریبہ کو نہ جانے کیا ہوا بے ساختہ ہی اس کی زبان سے یہ بات نکلی تھی۔ اس کا لہجہ انتہائی مضبوط تھا۔ جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں تھی۔

"اچھا پھر دیکھتا ہوں سکندر نواز کب انزلہ کی بارات لے کر آتا ہے؟" حسن کو اپنے اندازے غلط ثابت ہوتے دیکھ کر جھٹکا ضرور لگا تھا۔ ایک بے یقینی کے عالم میں اس نے اریبہ کی سمت دیکھا تھا۔ لیکن جاتے جاتے وہ تابوت میں آخری کیل ٹھونک گیا تھا۔

تمام عمر جسے پوجتے رہے
اب جا کے یہ کھلا وہ ہمارا خدا نہ تھا

حسن کے جانے کے بعد اریبہ اپنے کمرے میں آکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ یہ حسن آج اس کے سامنے کس روپ میں آیا تھا۔ وہ ابھی تک بے یقینی کے عالم میں تھی۔ ہماری محبت چند دنوں یا چند مہینوں کی تو نہیں تھی۔ یہ تو برسوں پرانی تھی۔ حسن میں نے تو ہمیشہ تمہیں چاہا لیکن تم میری محبت کو نہ جان سکے۔ تم مجھ سے محبت نہیں تم مجھ پر شک کرتے رہے ہو۔ اور...... اور میں جان ہی نہ سکی۔ عورت ہرجائی ہوتی ہے۔ اتنا رکیک الزام لگاتے تمہیں شرم نہیں آئی۔

وہ سسک سسک کر رو رہی تھی۔ اسے اپنے دل میں حسن کی محبت نام کے جذبے پر گرد پڑتی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر اسے نہیں معلوم کہ کب سکندر انزلہ کو چھوڑ کر گیا، کب اماں جی مرزا صاحب کے گھر سے واپس آئیں، وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ انزلہ جو خوشی خوشی اپنا گفٹ دکھانے آئی تو۔ اریبہ دانستہ سوتی بن گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ رائی کا پہاڑ بن جائے اور نہ ہی وہ یہ بات اماں جی اور انزلہ سے شیئر کر سکتی تھی۔

رات کو اماں جی اسے کھانے پر خود بلانے آئی تھیں لیکن اریبہ نے کمبل میں چہرہ چھپائے سر درد کا بہانہ کر کے کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وقت واقعی اس کی بھوک پیاس اڑ چکی تھی۔

"جب آفس کا کام گھر بھی اٹھا کر لاؤ گی تو یہ سب تو ہوگا اپنے آپ کو تم نے مشین بنا رکھا ہے۔" اماں جی ہمیشہ والا شکوہ کرتیں، اس پر خفا ہوتیں بیڈ روم سے باہر نکل گئیں۔

رو رو کر جب اریبہ کے دل کا بوجھ قدرے ہلکا ہوا تو اس کا ذہن بھی سوچنے سمجھنے کی طرف راغب ہوا تھا۔ معاً اس کی سماعتوں میں اپنی کہی بات کی بازگشت سنائی دینے لگی۔

"ہاں، ہاں، سکندر یہاں انزلہ کے لیے آتا ہے۔ وہ انزلہ کو پسند کرتا ہے۔" اف میرے خدایا جذبات کی رو میں بہتے ہوئے یہ میں نے حسن سے کیا کہہ دیا۔

عجیب سی گھبراہٹ لیے وہ بیڈ پر اٹھ بیٹھی تھی۔

سکندر، انزلہ، انزلہ، سکندر۔ ان دونوں کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں اور میں ان دونوں کے بارے میں کیا کہہ چکی ہوں اور اب اگر ایسا نہ ہوا تو حسن کا شک یقین میں بدل جائے گا اور وہ مجھ پر بے دریغ کیچڑ اچھالے گا۔ میں مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی مجرم بن جاؤں گی۔

الٰہی میں کیا کروں؟" سوچ سوچ کر اس کا دماغ ایک بار پھر شل ہونے لگا تھا۔ شل ہوتے دماغ کے ساتھ ایک بار پھر وہ لیٹ گئی لیکن کسی پل قرار نہیں آرہا تھا۔

"الٰہی! مجھ پر بہت مشکل وقت آپڑا ہے۔ مجھے حوصلہ اور ہمت دے۔ میں حسن کے الزام کو غلط ثابت کر سکوں۔ میں حسن کو منہ توڑ جواب دے سکوں۔ سکندر کا سراپا اس کی نظروں کے سامنے آگیا۔

"ہاں سکندر کے ذریعے ہی میں حسن کے منہ پر طمانچہ مار سکتی ہوں۔" پل بھر میں اریبہ نے ایک فیصلہ کیا تھا۔

دوسری صبح آفس پہنچ کر اس نے سب سے پہلے سکندر کو موبائل پر رابطہ کیا تھا۔ وہ پہلی بار اسے خود سے فون کر رہی تھی۔ ورنہ اکثر وہی ان کے گھر فون کرتا تھا۔

"ہیلو...... سکندر نواز...... اسپیکنگ۔"
"سکندر میں اریبہ بات کر رہی ہوں۔" اس نے کچھ جھجکتے ہوئے اپنا تعارف کروایا تھا۔
"اریبہ! خیریت تو ہے؟" وہ بھی اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔ موبائل اسکرین پر وہ یہ نیا نمبر دیکھ کر چونک گیا تھا لیکن اریبہ کے تعارف پر تو اسے ایک جھٹکا لگا تھا۔ گو کہ اس معاہدے کے بعد ان دونوں کے درمیان اجنبیت کی دیوار گر کے ایک دوستانہ سی فضا قائم ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود وہ سکندر کے ساتھ انزلہ کی طرح بے تکلف نہیں تھی۔
"سکندر مجھے آپ سے کچھ ضروری کام ہے۔ کیا آج آپ میرے آفس آسکتے ہیں؟" اریبہ متانت بھرے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔
"او کے میں ذرا اسد کو ایئر پورٹ چھوڑ دوں پھر میں آرہا ہوں۔ ہمارے آفس کی ایک نئی برانچ لاہور میں کھلی ہے اسے اسد ہی سنبھالے گا۔ بس ایک گھنٹے تک پہنچ رہا ہوں میں۔" اریبہ کو اپنی مصروفیات کی تفصیل بتاتے سکندر کے ذہن میں بہت سے سوال اٹھے تھے۔
"میں شدت سے آپ کی منتظر ہوں۔" اریبہ نے جواب دیتے ہوئے فون رکھ دیا تھا۔
اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد سکندر اس کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔ اسے دیکھ کر اریبہ نے فوراً انٹر کام اٹھا کر اپنی سیکریٹری کو ہدایات دینا شروع کر دیں۔
اور سکندر اس وقت اریبہ کے دلکش چہرے کو مرجھایا ہوا دیکھ کر بری طرح ٹھٹکا تھا۔ ابھی کل شام ہی تو ان کی ملاقات ہوئی تھی وہ اپنے حسین روپ کے ساتھ کیسی نکھری نکھری دکھائی دے رہی تھی اور اب یوں لگ رہا تھا جیسے وہ برسوں کی بیمار ہو اور اوپر سے وہ اپنی سیکریٹری سے کہہ کر یہ جو حفاظتی اقدامات کروا رہی تھی کہ کوئی آفس کے اندر نہ آئے۔ سکندر کو یہ سب کسی انہونی کا اشارہ دے رہے تھے۔
"آئیے سکندر ادھر بیٹھتے ہیں۔" سکندر ابھی تک کھڑا تھا۔
اریبہ انٹر کام بند کر کے اسے لیے دائیں جانب دیوار کے ساتھ لگے کشادہ صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔
"اب فوراً اپنی پریشانی بتاؤ۔" سکندر نے چھوٹتے ہی استفسار کیا۔ ماحول کے اثر نے اسے از خود سنجیدہ کر دیا تھا۔
"کک...... کیا میں پریشان دکھائی دے رہی ہوں؟" اریبہ نے اپنے سے کچھ فاصلے پر بیٹھے اس شاندار سے شخص کو تحیر بھرے انداز میں دیکھا تھا۔
"تمہاری آنکھیں شب بیداری کی کہانی سنا رہی ہیں۔ آخر کوئی تو پریشانی تھی ناں۔ جو تم رات بھر سوئی نہیں ہو۔" سکندر بغور اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔
"سکندر۔" اریبہ اس مزاج آشنا شخص کی بات پر تڑپ اٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں اشکوں سے لبریز ہو گئیں۔ اسے ایک ہمدرد کی اشد ضرورت تھی جس سے وہ اپنا دکھ شیئر کر سکے۔ آنسو بہاتے ہوئے اس نے تمام روداد سکندر کے گوش گزار کر دی تھی۔
"اریبہ۔" مارے صدمے کے سکندر کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔
"سکندر! اس شخص نے مجھے ہرجائی کہا۔ اس نے میری تمام عمر کی محبتوں کو خاک میں ملا دیا۔" اس کے اشک ہنوز رخساروں پر بہہ رہے تھے۔
"اریبہ میں تو اپنے وعدے پر سختی سے قائم تھا۔ میری اتنی احتیاط کے باوجود وہ سب کچھ ہو گیا جو کبھی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اور...... اور...... مجھے تو یہ سوچ سوچ کر شرم آرہی ہے کہ حسن نے تمہیں تو اپنے شک کا نشانہ بنایا ہی تھا لیکن اس نے مجھے انزلہ کے ساتھ کیوں انوالو کیا۔ حسن کی سوچ پر تحمل مزاج سکندر کا خون شریانوں میں کھول رہا تھا۔
"میں کیا کرتی سکندر اس وقت جذباتیت میں میں بھی آپ کے ساتھ انزلہ کا نام لے گئی۔ اس کے تو فرشتوں کو بھی نہیں معلوم ہے۔" اریبہ کے اشک تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔
"حسن نے کبھی تمہیں چاہا ہی نہیں ہے۔ وہ انتہائی پچ سوچ کا مالک ہے۔ ہونہہ وہ کیا جانے محبت کسے کہتے ہیں۔" سکندر کو بے حد غصہ آرہا تھا۔ وہ اپنے غصے کو ضبط کرنے کے لیے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔
"سکندر آپ نے ایک بار کہا تھا کہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر اگر تمہیں کبھی میری ضرورت پڑے تو مجھے آواز دے دینا۔ میں تمہیں کبھی مایوس نہیں کروں گا۔" آج آپ کی بات یاد دلاتے میں خود آپ سے کہہ رہی ہوں کہ آپ انزلہ

سے شادی کرلیں۔ میں حسن کے منہ پر طمانچہ مارنا چاہتی ہوں۔ اریبہ اصل بات کی طرف آتے ہوئے لجاجت بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"ہاں مجھے اپنی بات یاد ہے۔" سکندر نے جی کڑا کر کے اقرار کیا تھا۔ لیکن انزلہ سے شادی وہ تو کبھی خواب میں بھی ایسا نہیں سوچ سکتا تھا۔

"پھر؟" اریبہ نے پانیوں سے بھری نگاہیں اس کی سمت بڑی آس بھرے انداز میں اٹھائی تھیں۔۔

"پھر۔" زیر لب بڑبڑاتے سکندر نے بھی اس کی سمت دیکھا تھا۔ امتحان کی گھڑی سکندر کے سر پر کھڑی تھی۔ اس کی محبت اس سے قربانی مانگ رہی تھی۔ کیا وہ اسے خالی ہاتھ لوٹا سکتا ہے؟

وہ خود سے سوال کر رہا تھا۔

اریبہ اس کی سمت آس بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

دونوں طرف ایک جامد سکوت چھایا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے اریبہ' میری ذات سے تمہیں تکلیف پہنچی ہے ناں تو اب میں ہی اس کا مداوا بھی کروں گا۔ اس سے پہلے کہ تمہاری زندگی میں کوئی اور طوفان آئے میں انزلہ سے شادی کے لیے تیار ہوں اور یہ شادی اسی ایک مہینے کے اندر ہونی چاہیے۔" انتہائی سنجیدگی سے کہتے سکندر کو یہ فیصلہ کرتے صرف چند منٹ لگے تھے اس کا دل رو رہا تھا لیکن وہ محبت کی پاکیزگی پر کوئی داغ لگا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"سکندر۔" اریبہ کے آنسو یکلخت تھم گئے۔ اس نے تو اریبہ کو مژدہ جانفزا سنا دیا تھا۔

"ہاں اریبہ۔ میں تمہارا گناہ گار ہوں' ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ نہ میں تمہاری زندگی میں آتا اور نہ یہ سب کچھ ہوتا۔" سکندر عجیب ندامت اور شرمندگی کی کیفیت سے دوچار تھا۔

"ایسا نہ کہیں سکندر' آپ نے میری زندگی پر بہت بڑا احسان کیا ہے' اب آپ دیکھیے گا میں کیا کرتی ہوں۔" ممنون لہجے میں کہتی اریبہ دل میں ایک مستحکم فیصلہ کر چکی تھی۔

اب یہ سارا مسئلہ تمہیں ہی ہینڈل کرنا ہے اریبہ۔ میرا پرپوزل اسد کے والدین لے کر آجائیں گے تم اماں جی کو آج ہی آگاہ کر دینا۔ سکندر سارا لائحہ عمل طے کرتے ہوئے صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"مجھے پورا یقین ہے اماں جی آپ کا پرپوزل ریجیکٹ نہیں کریں گی لیکن سکندر آپ سے ایک ریکوئسٹ ہے یہ راز میرے اور آپ کے درمیان ہی رہنا چاہیے۔ زندگی میں کسی مقام پر انزلہ کو اس کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے۔" اریبہ نے ملتجی انداز میں کچھ جھجکتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ اطمینان رکھو اریبہ میں تمہارے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔" اس کے لہجے میں چٹانوں جیسی مضبوطی تھی۔

"اللہ حافظ۔" سکندر اب اس کے سامنے زیادہ دیر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے فوراً آفس سے باہر نکل گیا۔

سکندر نے خود کو بہت سنبھالا لیکن رات کو فون پر اسد کو پوری روداد سناتے ہوئے وہ رو پڑا تھا۔

"سکندر! میرے دوست صرف پانے کا نام محبت نہیں ہے۔ محبت کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ انسان کسی کے لیے قربانی دے۔ اب اگر اریبہ کا مان رکھا ہے تو اسے کبھی توڑنا نہیں۔" اسد اسے سمجھانے کے ساتھ تسلی بھی دے رہا تھا۔

"یار اسد میں نے تو بڑی ایمانداری سے خود کو اریبہ سے دستبردار کیا تھا۔ لیکن پھر بھی میری ذات اس کے لیے تکلیف کا باعث بنی۔ میرا ضمیر مجھے بے حد ملامت کر رہا ہے۔" سکندر واقعی خود کو اریبہ کا مجرم سمجھ رہا تھا۔

"دیکھو سکندر زندگی میں ہمیشہ وہ ہوتا جو ہمارے مقدر میں اللہ تعالیٰ لکھ دیتا ہے۔ انزلہ کو اپنا مقدر سمجھ کر قبول کر لو۔ آخر کبھی نہ کبھی تمہیں شادی تو کرنا تھی تو پھر وہ انزلہ ہی کیوں نہیں۔ بہت اچھی لڑکی ہے وہ۔ باقی میں امی اور بھابی کو سب سمجھا دوں گا۔ تمہارے پرپوزل کے لیے۔ تم فکر نہ کرنا۔" اسد نے اس کا برین واش کرتے بڑی رسانیت سے اسے سمجھایا تھا۔

"او کے۔" سکندر نے بڑی بے بسی سے کہتے ریسیور کریڈل پر رکھا تھا۔

❁☆❁

اریبہ نے سکندر کے پرپوزل کی بات اماں جی کے کان میں ڈال دی تھی۔ پہلے تو وہ سن کر کچھ چونکیں پھر فوراً ہی راحیلہ کو بلا کر مشورہ مانگا۔ اماں جی کو سکندر ذاتی طور پر بے حد پسند تھا لیکن وہ تذبذب کا شکار اس لیے تھیں کہ اریبہ پہلے اپنے گھر کی ہو جاتی۔ اپنے نقطہ نظر سے ان کی سوچ بھی

ٹھیک تھی۔ لیکن دوسری طرف وہ سکندر کے پرپوزل کو بھی نہیں چھوڑ سکتی تھیں۔ راحیلہ بھی اس رشتے پر بہت خوش تھیں۔ دیکھا بھالا نوجوان تھا۔ انہیں کسی تردد کی بھی ضرورت نہیں تھی اور پھر راحیلہ' اریبہ نے انہیں منا ہی لیا۔ نیم رضامند تو وہ پہلے ہی تھیں۔ اماں جی کو اس پرپوزل پر خوش اور مطمئن دیکھ کر اریبہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس نے کوئی معرکہ سر کر لیا ہو۔ اب وہ حسن کو آئینہ دکھائے گی۔

اماں جی کے کمرے میں پکنے والی اس کھچڑی کی خبر انزلہ کو اس دن ہوئی جب اسد حسین کی والدہ اور بھابی باقاعدہ طور پر سکندر کا پرپوزل اس کے لیے لے کر آئیں۔ انزلہ کو اس خبر نے شاکڈ کر دیا تھا۔ اس کے استفسار کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی اور بزرگوں نے اسی وقت شادی کی ڈیٹ فکس کر کے تمام مراحل طے کر لیے۔ تقریباً ایک ماہ بعد اس کی شادی تھی۔

شگون کی رسم کرتے اسد کو والدہ اور بھابی کی واپسی واپسی کے بعد انزلہ کو گویا ہوش آیا تھا۔

"سکندر اور اس کی شادی۔" یہ بات انزلہ کا ذہن قبول نہیں کر رہا تھا۔ وہ اماں جی کے گلے لگ کر رونے لگی تھی۔

"اریبہ اس پاگل لڑکی کو سمجھاؤ' ماشاءاللہ گھر بار کی ہونے والی ہے لیکن بچپنا ابھی تک نہیں گیا اس کا۔" اماں جی نے شفقت بھرے انداز میں کہتے مسکراتے ہوئے انزلہ کو خود سے الگ کرتے اریبہ کے حوالے کیا اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

"اریبہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" انزلہ اب اس کے گلے سے لگی آنسو بہا رہی تھی۔

"تمہاری شادی ہو رہی ہے۔" اریبہ نے نرمی سے کہا تھا۔

"یہ تم لوگوں کو بیٹھے بٹھائے میری شادی کی کیا سوجھی۔ میں نے تو سکندر بھائی کے لیے کبھی اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔" انزلہ نے بگڑ کر کہا تھا۔

"بھئی ہمیں نہیں سوجھی یہ تو سکندر نے خود تمہیں پروپوز کیا ہے۔ اب ہم اتنا اچھا پرپوزل چھوڑ نہیں سکتے تھے اور پھر میری جان آخر تمہاری شادی بھی تو ہونا تھی۔" اریبہ نے اسے رسانیت سے سمجھایا تھا۔

"لیکن پہلے تمہاری شادی ہونا چاہیے تھی۔" انزلہ بچوں کی طرح مچلی تھی۔

"یہ ضروری نہیں کہ پہلے میری ہی شادی ہو اور پھر اچھا ہے ناں پہلے تمہاری شادی ہو جائے میں بھی تمہاری طرف سے ریلیکس ہو جاؤں گی۔" اریبہ بڑی محبت سے اس کے چہرے کو اوپر اٹھاتے کہہ رہی تھی۔

"لیکن اریبہ میری پڑھائی' میرا فائنل ایئر تو ادھورا رہ گیا ناں۔" اس نے بڑا بودا سا بہانہ بنایا تھا۔

"سب کچھ ہو جائے گا اور پھر دیکھو تمہاری سہیلیاں مہوش اور انیلا بھی تو اپنا فائنل ایئر ادھورا چھوڑ کر شادی کر کے فارن کنٹری سدھار گئی ہیں۔ تم شادی کے بعد پڑھ لینا۔ میرا خیال ہے سکندر اعتراض نہیں کریں گے۔" اریبہ کا لہجہ ہنوز محبت بھرا تھا۔

"اریبہ! سکندر بھائی مجھے پروپوز کریں وہ ایسے لگتے تو نہیں تھے۔" تحیر بھرے لہجے میں کہتے انزلہ نے پورے دھیان سے پہلی بار سکندر کو سوچا تھا۔

"انزلہ! سکندر تمہیں پسند کرتا ہے' جب ہی تو پروپوز کیا ہے۔" یہ بات کہتے اریبہ کا دل دکھ کی اتھاہ گہرائی میں ڈوبا تھا لیکن اس کے سامنے اپنے چہرے پر خوشگوار تاثر قائم رکھا تھا۔

"سکندر بھائی کے لیے نئے انداز میں سوچنے سے مجھے بہت شرم آرہی ہے اریبہ۔" انزلہ نے آنسوؤں کی رم جھم میں شرم سے سرخ ہوتے چہرے سمیت کہا تھا۔

"بے وقوف لڑکی! آج سے اسے بھائی کہنا چھوڑ دو۔" اریبہ نے ہنستے ہوئے اسے ایک بار پھر اپنے گلے سے لگایا تھا۔

اور پھر دونوں طرف سے شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ سکندر تو اکیلا بندہ تھا۔ اس نے اپنی ساری تیاریوں کی ذمہ داری اسد کے گھر والوں کو سونپ دی تھیں۔ سکندر نے شادی کی ڈیٹ فکس ہونے کے بعد ادھر کا رخ نہیں کیا تھا۔ اسے یہ احساس اب شدت سے تھا کہ وہ گھر اس کی سسرال کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ انتہائی ضروری کام کے لیے وہ اماں جی سے یا اریبہ سے فون پر بات کر لیتا تھا اور اس کے علاوہ اس نے انزلہ سے بھی کوئی رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اماں جی سکندر کی ان سب باتوں کا نوٹس لے رہی تھیں۔ وہ دل ہی دل میں اور زیادہ اس کی

گرویدہ ہوگئی تھیں۔ راحیلہ بھرپور طریقے سے اریبہ کے ساتھ شادی کی تیاریوں میں مصروف تھیں اور حسن اپنی بات کو سچ ثابت ہوتا دیکھ کر بے حد شاکڈ تھا گو کہ وہ انزلہ کی شادی کے کاموں میں حصہ لے رہا تھا لیکن وہ اریبہ کے سامنے نظر نہیں اٹھا پا رہا تھا۔ ان کے درمیان عجیب تناؤ سا پیدا ہوگیا تھا اور اس تناؤ کو ختم کرنے کے لیے حسن موقع ڈھونڈ رہا تھا اور اریبہ اسے موقع نہیں دے رہی تھی۔ آخر انزلہ کی رخصتی والے دن میرج ہال میں حسن نے موقع پا کر اریبہ کو تنہائی میں گھیر ہی لیا تھا۔

"آئی ایم سوری اریبہ۔" حسن کے سامنے بے حد نادم اور شرمندہ کھڑا تھا۔

"میرا خیال ہے آج انزلہ کے نکاح کے بعد تمہیں میری بات کا یقین آیا ہے۔" اریبہ نے نک سک سے تیار حسن کی سمت انتہائی طنزیہ انداز میں دیکھا تھا۔

"یہ بات نہیں اریبہ۔" حسن کو بات کرنے کے لیے الفاظ نہیں مل رہے تھے لیکن لہجے میں پرانی محبتیں جاگ اٹھی تھیں۔

"حسن! میں تم سے کوئی وضاحت طلب نہیں کرنا چاہتی او کے۔" اریبہ کا لہجہ بے حد سپاٹ تھا۔ وہ ایکدم اسٹیج کی سمت بڑھ گئی تھی اور حسن اریبہ کے اس اجنبی انداز کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس وقت اسے اپنے اور اریبہ کے درمیان صرف فاصلے ہی فاصلے نظر آئے تھے۔ اپنے دل پر حسن کو ایک بوجھ سا گرتا محسوس ہوا رہا تھا۔ رخصتی کا ہنگامہ مچا تو اسے اپنے خیالات جھٹک کر آگے بڑھنا پڑا۔

"پھولوں سے سجی مہکتی حجلہ عروسی میں انزلہ کو اسد کی بھابی اور کزنز چھوڑ کر گئی تھیں اور دھڑکتے دل کے ساتھ اب وہ سکندر کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد بیڈ روم کا دروازہ کھلا تھا۔ آہٹ پر انزلہ چونک کر سنبھلی تھی لیکن نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"سوری انزلہ، تمہیں انتظار کرنا پڑا۔ میں ذرا اسد کے گھر والوں کو گیٹ تک چھوڑنے گیا تھا اور پھر تمہیں اسد کا تو پتا ہے آج تو اسے موقع ملا ہوا تھا مجھے تنگ کرنے کا۔ ابھی بھی اس کا اٹھنے کا ارادہ نہیں تھا۔ وہ تو آنٹی اور بھابی نے اسے زبردستی اٹھایا تھا۔"

اسد اس کی شادی پر لاہور سے تین دن پہلے ملتان پہنچا تھا۔

سرخ بھاری کام کے راجستھانی شرارہ سوٹ اور میک اپ زیورات میں پور پور سجی انزلہ کا حسن دو آتشہ تھا۔ سکندر نے وضاحت کرتے بیڈ پر اس کے نزدیک بیٹھتے ہوئے پہلی بار بڑی توجہ سے اس کی سمت دیکھا تھا وہ اپنے حسن کے حسین رنگوں سمیت کسی بھی ذی ہوش انسان کے ہوش گم کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اس کے دل میں ایک نیا احساس جاگا تھا۔ حالانکہ میرج ہال میں سب ان کے کپل کی تعریف کر رہے تھے۔ خاص طور پر اسد نے تو اس کے کان کھا لیے تھے لیکن سکندر نے اپنے قریب بیٹھی انزلہ کی سمت ایک بار بھی نگاہ نہیں اٹھائی تھی۔

انزلہ نے سکندر کی وضاحت پر نگاہ نہیں اٹھائی تھی۔ وہ تو اسی وقت سکندر کو اپنے نزدیک بیٹھا دیکھ کر بری طرح نروس ہو رہی تھی۔

سکندر نے بہ غور اس کی کیفیت کو محسوس کیا اور دھیرے سے مسکرا دیا۔ اس نے اپنی کوٹ کی جیب سے مخملی کیس نکال کر کھولا پھر اس کا حنائی یخ بستہ ہاتھ تھام کر انتہائی خوب صورت ہیرے کی رنگ پہنا دی۔ سکندر کے لمس سے گویا اس کا ہاتھ لرز رہا تھا۔

"انزلہ آج چپ کا روزہ رکھا ہے کیا۔" سکندر نے اس کا ہاتھ چھوڑا نہیں تھا بلکہ اس کے لرزتے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ بھی رکھتے ہوئے شرارت سے کہا۔ اس کی شرم و حیا سکندر کے سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کر رہی تھی۔

انزلہ کا سر مزید جھک گیا۔ وہ سدا کی بولڈ لڑکی اس وقت اپنے اور سکندر کے اس نئے رشتے کو بڑی شدت سے محسوس کر رہی تھی۔ فطری شرم و حیا نے اسے گھیر رکھا تھا۔

"انزلہ! اگر میں نے اس خاموشی کو توڑا تو پھر شکایت مت کرنا۔" سکندر کا لہجہ ذومعنی تھا۔

"دل چاہ رہا ہے کہ آپ سے بہت سارا لڑوں لیکن مجھے اریبہ نے سختی سے منع کیا تھا کہ کوئی الٹی سیدھی بات نہ کروں۔ ارے مجھے پسند کیا جا رہا ہے مجھے پرپوز کیا جا رہا ہے اور مجھے ہی خبر نہیں۔ بالکل موقع پر خبر دی جا رہی ہے۔ سکندر صاحب کوئی اس طرح بھی محبت کرتا ہے کیا۔" انزلہ زیادہ دیر اپنی فطری بولڈنیس کو دبا نہ سکی شرم و حیا کے گھیرے کو توڑتے اور اپنا ہاتھ سکندر کی گرفت سے چھڑاتے اسے آخر بولنا ہی پڑا۔

کیوں کہ اسے اس بات کا افسوس تھا کہ سکندر نے سب کچھ اسے بے خبر رکھ کر کیا تھا اس کا انداز اچھا خاصا خفگی بھرا تھا۔

"ہا..... ہا..... ہا۔" سکندر اپنے بے ساختہ قہقہہ پر قابو نہ رکھ سکا تھا۔ گو کہ انزلہ کی بات سن کر دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی لیکن اس وقت موقع و محل بدل چکا تھا اور اسے انزلہ سے اسی طرح کے سوالوں کی توقع تھی۔

"انزلہ اس کے قہقہے پر بری طرح جھینپ گئی تھی۔ شاید وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی۔ اسے اب احساس ہو رہا تھا۔

"انزلہ جان اپنی محبت کا تو آج ہم اعلان کر دیں گے اور باقی آپ کے شکوے شکایتیں بھی ایسے دور کریں گے کہ آپ عمر بھر دوبارہ ہم سے شکوہ نہیں کریں گی۔" شوخ و ذومعنی انداز میں کہتے سکندر کا لب و لہجہ محبتوں کے نئے جذبوں کی نئی کہانی سنا رہا تھا۔

چاہے جو بھی حالات تھے لیکن انزلہ کو اپنی زندگی میں شامل کر کے سکندر نے اسے سچے دل سے شریک حیات کا درجہ دیا تھا۔ وہ جو دل پر ایک آزردگی چھائی ہوئی تھی وہ نکاح کے بعد اسے آہستہ آہستہ معدوم ہوتی محسوس ہوئی تھی تو پھر ایک شوہر کی حیثیت سے وہ اس کے حقوق سے کیسے نظریں چرا سکتا تھا اس نے بڑے استحقاق بھرے انداز میں انزلہ کو خود سے قریب کرتے تمام فاصلے مٹا دیئے تھے بیڈ روم کے مہکتے خواب ناک ماحول میں انزلہ کی چوڑیوں کا بڑا مدھر سا ساز بج رہا تھا۔

پھر ولیمہ کی دعوت کے بعد سکندر اسے لے کر ہنی مون پر شمالی علاقہ جات کی طرف نکل گیا۔ تقریباً پندرہ دن بعد ان کی واپسی ہوئی تھی۔ آتے ہوئے وہ دونوں اسد کے پاس لاہور بھی ٹھہرے تھے۔ سکندر کی محبتوں نے انزلہ کو تو کھلے ہوئے گلاب کی مانند کر دیا تھا۔ سکندر بھی پہلے سے زیادہ گریس فل دکھائی دے رہا تھا۔ اماں جی نے تو دونوں کی بلائیں لے کر نظر اتاری تھی اریبہ نے بھی بہن کو خوش و مطمئن دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا تھا۔ اسے سکندر کی عظمت پر کوئی شک نہیں تھا۔

زندگی روٹین پر آ گئی تھی۔ سکندر نے پھر سے آفس جوائن کر لیا تھا اور انزلہ کی ابھی کالج کی ڈیڑھ ماہ کی چھٹی باقی تھی۔

سکندر کی آفس سے واپسی شام پانچ بجے ہوتی تھی دوپہر کا لنچ وہ آفس میں ہی کرتا تھا۔ صبح کا ناشتہ اور ڈنر وہ انزلہ کے ساتھ کرتا تھا۔ رات کے ڈنر پر انزلہ سکندر کا بہت خیال رکھتی تھی حالانکہ کچن کے کاموں سے اسے کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی لیکن اب سکندر کی خاطر وہ خود فریدہ (ملازمہ) کے ساتھ لگی رہتی۔ فریدہ چوکیدار کی بیوی تھی گھر کے تمام کام وہی کرتی تھی۔ دونوں میاں بیوی سرونٹ کوارٹر میں ادھر ہی رہتے تھے۔

جواباً سکندر بھی اس کا بے حد خیال رکھتا تھا۔ اماں جی کی طرف سے کوئی آئے یا نہ آئے لیکن سکندر ہر چھٹی والے دن انزلہ کو ادھر لے کر جاتا تھا۔

اگر سکندر نے اس پر اپنی محبتیں نچھاور کی تھیں تو انزلہ نے بھی اس کو سیراب کیا تھا۔

اور پھر ابھی انزلہ نے کالج جوائن ہی کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ماں بننے کی نوید سنا دی۔ خوشیوں کے معاملے میں سکندر خود کو ہمیشہ بدنصیب سمجھتا تھا لیکن آج اللہ تعالیٰ نے اسے اتنی بڑی خوشی دے کر اس کی ساری تشنگی دور کر دی تھی اور اس اچانک ملنے والی خوشی پر انزلہ بھی سکندر کے سامنے بری طرح شرما گئی تھی۔ ڈاکٹر سے انزلہ کا چیک اپ کرانے کے بعد سکندر گھر جانے کے بجائے اماں کی طرف آ گیا تھا اپنی یہ خوشی وہ ان سب کے ساتھ شیئر کرنا چاہتا تھا۔

اماں جی کی طرف اس وقت راحیلہ بھی بیٹھی تھیں سب ہی یہ خبر سن کر خوش ہوئے تھے۔ انزلہ ڈھیروں شرم میں گھری جا رہی تھی۔

"ارے سکندر بیٹا خالی خولی خوش خبری سنا رہے ہو مٹھائی نہیں کھلاؤ گے کیا۔" راحیلہ نے مسکراتے ہوئے اسے مبارک باد دیتے کہا تھا۔

"اوہ سوری پھوپو ابھی لایا مٹھائی۔" سکندر کی خوشی قابل دید تھی۔ وہ جھینپ کر الٹے پیروں باہر نکلا تھا۔

اماں جی راحیلہ اور ان کے قریب بیٹھی انزلہ سکندر کے انداز پر ہنس پڑی تھیں۔ اریبہ مسکراتی ہوئی سکندر کے پیچھے باہر نکلی تھی۔

"سکندر آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔" اریبہ نے اسے ٹی وی لاؤنج کے بیچ روک لیا تھا۔

"تھینکس اریبہ۔" سکندر ٹھہر گیا تھا۔ اس کے لہجے میں خوشی کی واضح جھلک تھی۔

"تھینکس تو مجھے آپ سے کہنا ہے کہ آپ نے میری بہن کی زندگی میں خوشیاں بکھیر دی ہیں۔" اریبہ کا لہجہ تشکر آمیز تھا۔

"میری پوری کوشش ہے خود کو ایک اچھا شوہر ثابت کرنے کی۔" سکندر کا لہجہ بے حد نارمل تھا اور چہرے پر بڑی نرم مسکراہٹ تھی۔

"آپ شوہر تو اچھے ثابت ہو چکے ہیں اور اب باپ بھی بہت اچھے ثابت ہوں گے۔" اریبہ نے شرارت سے برجستہ کہا تھا۔

"تم دعا کرنا لیکن تم سے ایک گلہ بھی ہے۔" سکندر نے اس کی بات پر محظوظ ہوتے کہا تھا۔

"گلہ کیسا؟" اریبہ نے نہ سمجھنے والے انداز میں اس کی سمت دیکھا تھا۔

"یہ مبارک باد تمہیں میرے گھر آکر دینا چاہیے تھی۔ میری شادی کو دو ماہ ہو چکے ہیں اور تم ان دو ماہ میں صرف ایک بار میرے گھر آئی ہو۔" سکندر کا لہجہ بے حد سادہ تھا۔

"سکندر! میرا آپ کے گھر نہ آنا ہی بہتر ہے۔ اریبہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"کیا اب بھی اریبہ......" سکندر نے انتہائی حیرت سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"ہاں اب بھی۔" اریبہ کا انداز مبہم سا تھا۔ وہ سکندر سے نظریں چراتی واپس اماں جی کے کمرے کی سمت بڑھ گئی۔ جہاں اماں جی اور راحیلہ کے ساتھ انزلہ بیٹھی تھی۔

لاؤنج کے دروازے پر دبیز پردے پڑے ہوئے تھے اور اندر داخل ہوتا حسن باہر ہی ٹھہر گیا تھا۔ سکندر اور اریبہ کو اندر ہونے والی مبہم سی گفتگو اس نے پوری طرح سنی تھی۔ آج اس کے شک کو پوری طرح تقویت حاصل ہو گئی تھی لیکن اس وقت حسن نے بڑے نارمل سے انداز میں لاؤنج میں داخل ہو کر سکندر سے علیک سلیک کی تھی۔

❁☆❁

حسن کا ہاؤس جاب مکمل ہو چکا تھا اور آج کل وہ اپنا کلینک سیٹ کرنے میں بے حد مصروف تھا۔ اماں جی کی طرف بھی بالکل نہیں آرہا تھا۔ اس کی اریبہ سے بھی ملاقات برائے نام تھی۔ اگر حالات سازگار ہوتے تو اریبہ حسن کی اس مصروفیت میں سے بھی اپنے لیے وقت نکلوا لیتی لیکن اب پہلے جیسی بات نہیں تھی۔ حسن کے بارے میں تو وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی لیکن اسے یہی محسوس ہوتا تھا کہ سب کچھ ختم ہو چکا ہے۔ حسن کی طرف سے مکمل خاموشی تھی اور یہ خاموشی اس دن ٹوٹی جس دن راحیلہ نے اماں جی سے حسن اور اریبہ کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کو کہا تھا۔ اماں جی اریبہ کے فرض سے بھی جلد از جلد سبکدوش ہونا چاہتی تھیں۔

"اماں جی! آپ پھوپو کو انکار کر دیں۔ میں حسن سے شادی نہیں کر سکتی۔" اریبہ کو شاید اسی دن کا انتظار تھا۔ وہ فیصلہ کن انداز میں گویا ہوئی تھی۔

"اریبہ۔" اماں جی کو گویا اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ وہ اپنے قریب بیٹھی اریبہ کو ہکابکا سی دیکھ رہی تھیں۔

"جی اماں جی، میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔" اریبہ کا لہجہ قطعی تھا۔

"لیکن بیٹا اس کی کوئی وجہ بھی ہوگی" اماں جی ہنوز اسے ہکابکا انداز میں دیکھ رہی تھیں۔

"وجہ آپ سن سکیں گی۔" حسن کے دیئے گئے زخموں نے اریبہ کا دل چھلنی کر رکھا تھا۔ گلوگیر لہجے میں کہتے ہوئے آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے تھے۔

"اریبہ میری بچی، مجھے کھل کر بتاؤ بات کیا ہے؟ اماں جی تو اس کے رونے پر یکلخت گھبرا گئیں۔ بیٹے اور بہو کی موت کے بعد انہوں نے دونوں پوتیوں کی آنکھوں میں آنسو بہ مشکل ہی آنے دیئے تھے۔

"اماں جی! حسن نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ وہ مجھ پر شک کرتا ہے۔ اماں جی اس نے میری پاکیزہ محبت میرے کردار پر کیچڑ اچھالا ہے۔ ان کے شانے سے لگی اریبہ نے روتے روتے تمام قصہ سنا دیا اور اس تمام قصے میں اس نے سکندر کا پورا پورا بھرم رکھا تھا۔

"حسن اتنی پست سوچ رکھتا ہے۔ اسے شرم نہ آئی ہم پر الزام لگاتے۔ مجھے یقین نہیں آرہا بیٹا۔" اماں جی کو نواسے کی حرکت پر بے حد ملال ہو رہا تھا۔

"اماں جی! حسن کی ہٹ دھرمی تو دیکھیں کہ اس نے مجھ سے انزلہ کی رخصتی والے دن معافی مانگی تھی۔ شاید اسے اس وقت یقین آیا تھا کہ میرا سکندر سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن نہیں اماں جی وہ معافی کے بعد بھی نہیں بدلا ہے۔ مجھے اب بھی اس کی آنکھوں میں اپنے لیے شک نظر آتا ہے۔" اریبہ

اپنے دل کی بات ان پر ظاہر کر دی تھی۔

"تم نے مجھے اتنے مہینوں بعد یہ بات کیوں بتائی، تمہیں تو اسی وقت بتانا چاہیے تھا تاکہ میں اس سے باز پرس کر سکتی۔" اماں جی نرمی سے کہتے ہوئے اس کے آنسو اپنے بوڑھے ہاتھوں سے صاف کرنے لگیں۔

"اماں جی میں اسی دن کے انتظار میں تھی اور ایک بات بتا دوں اس شخص سے باز پرس کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں اپنا فیصلہ آپ کو سنا چکی ہوں۔ آپ پھوپو کو میری طرف سے انکار کر دیں۔" اریبہ کا لہجہ حتمی تھا۔

"اریبہ بیٹے میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا۔" اماں جی کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھیں۔ وہ تذبذب کا شکار نظر آرہی تھیں۔

"اماں جی! ہمیں والدین کے بعد آپ نے کبھی والدین کی کمی محسوس نہیں ہونے دی ہے اور اس وقت میں بھی محسوس کر رہی ہوں کہ میرے سامنے میرے ممی پاپا بیٹھے ہوئے ہیں کیا آپ اپنی اریبہ کو کسی بڑے نقصان سے پہلے نہیں بچالیں گی اگر حسن مجھے شادی کے بعد اپنے شک کی بنیاد پر چھوڑ دے تو پھر اس دکھ سے بڑا وہ دکھ نہیں ہوگا۔ وہ اپنے دل و دماغ پر چھایا خدشہ ظاہر کر رہی تھی۔

"اریبہ میری بچی، یہاں بھی اپنا خون ہے اور ادھر بھی اپنا خون ہے لیکن حسن کے اس عمل نے مجھے بہت دکھ دیا ہے۔ ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی، میں تمہیں کوئی دکھ نہیں دینا چاہتی ہوں۔ میں راحیلہ سے صبح ہی بات کرتی ہوں۔ اماں جی بے حد دکھ سے کہہ رہی تھیں لیکن انہوں نے بھی یہ فیصلہ بہت سوچ بچار کے بعد کیا تھا۔

"تھینک یو سو مچ۔ اماں جی۔" اریبہ نے طمانیت بھرے انداز میں کہتے ان کے شانے سے سر ٹکا دیا تھا۔

دوسرے دن اماں جی نے راحیلہ کو بلا کر ساری بات ان کے گوش گزار کر دی تھی۔ راحیلہ کو اریبہ کے انکار سے جو دکھ ہوا سو ہوا لیکن بیٹے کے خیالات سن کر وہ اریبہ کے سامنے شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئی تھیں۔ حسن نے ان کی ہیرے جیسی بھتیجی پر کیچڑ اچھالا تھا، انہیں تو یہی غم کھائے جا رہا تھا۔ بیٹے سے حساب کتاب لینے کے لیے وہ بڑے غضب ناک انداز میں اماں جی کے گھر سے اٹھی تھیں۔ اور نتیجتاً حسن کچھ ہی دیر بعد اریبہ کے سامنے بھڑکتا ہوا کھڑا تھا۔ اماں جی عشاء کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ وہ بے دھڑک اریبہ کے بیڈ روم میں داخل ہوا تھا۔ وہ جو کمپیوٹر پر آفس کا کام کر رہی تھی۔ ایکدم کرسی سے اٹھی تھی۔ اس وقت کے لیے اریبہ نے بھی خود کو تیار کیا ہوا تھا۔

"یہ تم شادی سے انکار کر کے کیا ثابت کرنا چاہتی ہو۔" حسن کا موڈ بے حد خراب تھا۔

"دیکھو حسن میں نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔ باوجود اس کے ہم بچپن سے ایک دوسرے سے منسوب رہے ہیں لیکن ہم میں ذہنی ہم آہنگی کا فقدان ہے۔ جو آگے چل کر ہمیں عملی زندگی میں مشکلوں سے دوچار کر سکتا ہے۔" اریبہ بھی بھڑک سکتی تھی لیکن اس نے طمانیت بھرے انداز میں اس سے کلام کرنے کی ابتداء کی تھی۔

"اس بات کا خیال تمہیں پچیس سال بعد آیا ہے۔" حسن کو یکلخت غصہ آیا تھا۔

"حسن بعض اوقات انسان کو سمجھنے کے لیے ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے اور بعض اوقات ساری عمر گزر جاتی ہے اور وہ اپنے ساتھ رہنے والے شخص کو سمجھ نہیں پاتا۔ اصل میں میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ میں تمہیں سمجھ نہیں پائی تھی۔" اریبہ کا اطمینان ہنوز قائم تھا۔

"میں سمجھ گیا ہوں اریبہ تم مجھ سے بدلہ لے رہی ہو۔" اس کا اطمینان حسن کو طیش دلا گیا تھا۔

"میں تم سے کوئی بدلا نہیں لے رہی ہوں۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم اچھے دوستوں کی طرح اپنے لیے الگ الگ منزلوں کا تعین کر سکتے ہیں۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ تم اپنے لیے نئی منزل منتخب کر سکتے ہو کیوں کہ میں تمہارے ساتھ اب اور نہیں چل سکتی۔" نرمی سے کہتے ہوئے اریبہ کا لہجہ دوٹوک تھا۔

"میں جان گیا ہوں تمہاری چال۔ میری محبت کا مذاق اڑا کر تم نے کچھ اچھا نہیں کیا اریبہ اب نتائج کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔" حسن خون آشام نگاہوں سے اسے گھورتا ہوا مبہم سے انداز میں دھمکی دے کر بیڈ روم سے کسی طوفان کی طرح باہر نکلا تھا۔ اصل میں اریبہ کے پرسکون لب و لہجہ نے اس کے اندر آگ لگا دی تھی۔

"ہونہہ تمہیں مجھ سے محبت ہی کب تھی ڈاکٹر حسن زمان۔" اریبہ نے اس کی دھمکی پر غور نہیں کیا تھا بلکہ حسن کی

بات سن کر اس کی آنکھیں پانیوں سے لبریز ہوگئی تھیں۔

❁☆❁

اس صبح بھی حسب معمول سکندر اپنے آفس کے لیے گھر سے نکل چکا تھا۔ انزلہ نے بھی ناشتے کے بعد اماں جی کو روز مرہ کا فون کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اریبہ آج گھر پر ہے۔ طبیعت کچھ ناساز تھی۔ اس لیے آفس نہیں گئی۔ اس نے فوراً بہن سے بات کی تھی اور خود شام میں سکندر کے ساتھ اماں جی کی طرف آنے کا کہہ کر فون بند کردیا۔ پھر وہ لاؤنج میں آکر صوفے پر بیٹھ گئی اور وقت گزاری کے لیے ریک سے فیشن میگزین اٹھا کر ورق گردانی میں مصروف ہوگئی۔ ساتھ ہی فریدہ کو گھر کے کاموں کے بارے میں ہدایات دینے لگی۔ آج کل سکندر نے اس پر گھر کا ہر کام کرنے کی پابندی لگا رکھی تھی اور کچھ وہ بھی اپنی حالت کے پیش نظر اور اپنی گائنا کالوجسٹ کی بار بار کی تنبیہہ کی وجہ سے بے حد احتیاط کرتی تھی۔

"ارے حسن بھائی آپ؟ آئیے ناں۔" انزلہ نے آہٹ پر میگزین سے سر اٹھایا تو سامنے داخلی دروازے سے حسن داخل ہو رہا تھا۔

"کیسے ہیں آپ؟" وہ حسن سے علیک سلیک کرتی بے حد خوش نظر آرہی تھی کیوں کہ حسن انزلہ کی شادی کے بعد پہلی بار اس کے گھر آیا تھا۔

"تم سناؤ کیسی ہو۔" حسن قریب آتے انتہائی سنجیدگی سے گویا ہوا تھا۔

"اچھی ہوں میں، آپ بیٹھیے ناں۔" انزلہ نے اپنے بھرے بھرے وجود پر اچھی طرح دوپٹہ پھیلاتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا تم جانتی ہو اریبہ نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کردیا ہے۔" حسن کی سنجیدگی ہنوز قائم تھی وہ اس کے سامنے رکھے سنگل صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

"یہ......آپ کیا کہہ رہے ہیں حسن بھائی۔ مجھے تو ایسی کوئی خبر نہیں ملی۔ ابھی تو اماں جی اور اریبہ سے گھر پر بات ہوئی ہے۔ ان دونوں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔" یہ خبر سن کر انزلہ انتہائی تحیر بھرے انداز میں اسے معلومات فراہم کررہی تھی۔

"ہاں اریبہ تمہیں سچائی کیوں بتائے گی۔ اس سچائی کو چھپانے کی خاطر تو اس نے تمہاری شادی سکندر سے کروائی ہے۔ صرف اور صرف اپنی پارسائی کے جھنڈے گاڑنے کے لیے حسن نے آگ لگانے کی ابتداء کی تھی۔

"کک......کیا مطلب ہے آپ کا۔"

"اس سچائی کو چھپانے کی خاطر تو اریبہ نے تمہاری شادی سکندر سے کروائی ہے؟" انزلہ کے ذہن میں یہ بات کسی کیل کی طرح لگی تھی۔ ہاں انزلہ اریبہ نے میرے ساتھ تو جو ظلم کیا سو کیا، لیکن اس نے تمہارے ساتھ تو مجھ سے بھی بڑا ظلم کیا ہے۔ میری بات غور سے سنو۔ سکندر اور اریبہ ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ اس بات کو لے کر جب میں اریبہ پر بگڑا تو اس نے میری بات کو غلط ثابت کرنے کے لیے فوراً تمہاری شادی سکندر سے کروا دی۔" حسن بدلے کی آگ میں جل رہا تھا۔ بلا سوچے سمجھے وہ انزلہ کے چاروں طرف آگ لگا چکا تھا۔

"نہیں، نہیں حسن بھائی آپ کو غلط فہمی ہوئی۔" سکندر نے تو خود مجھے پروپوز کیا تھا۔ اس انکشاف پر انزلہ کا برا حال تھا لیکن وہ خود کو نارمل کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ہاں سکندر نے تمہیں ضرور پروپوز کیا ہوگا لیکن اریبہ کے کہنے پر۔" حسن اپنی شیطانی سوچ پر پوری طرح عمل کررہا تھا۔ اس کا تیر نشانے پر ٹھیک جا رہا تھا۔

"آ......آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ اریبہ ایسا نہیں کر سکتی۔" انزلہ روہانسی ہوئی اس کا دل ڈوبا جا رہا تھا۔

"اگر اریبہ ایسی نہیں ہے تو پھر اس نے مجھ سے شادی سے کیوں انکار کیا۔ صرف اور صرف سکندر کی خاطر، اس کے دل میں آج بھی سکندر کے لیے جگہ ہے مجھے جھوٹا ثابت کرنے کے لیے اس نے تمہاری شادی سکندر سے کروائی ہے۔ اس وقت تمہاری آنکھوں پر اریبہ کی محبت کی پٹی چڑھی ہوئی ہے۔ جب یہ پٹی تم اتاروگی تو پھر تمہیں میری باتیں سچ دکھائی دیں گی۔" حسن نے حسد کی آگ میں جلتے ظلم کی انتہا کردی تھی۔

"انزلہ ایک بے یقینی اور صدمے کی حالت میں بس ٹکر ٹکر حسن کی سمت دیکھ رہی تھی۔ یہ زندگی نے اس کے ساتھ کون سا مذاق کیا تھا اس کی روح ماتم کرا ٹھی تھی۔

"تمہاری بہن نے میرے ساتھ بے وفائی کی ہے انزلہ اور تمہارا شوہر تم سے وفا نہیں کررہا۔ بلکہ اریبہ سے وفا

کررہا ہے۔'' حسن نے اپنے ترکش سے آخری تیر بھی نکال کرانزلہ کے سینے میں پیوست کردیا تھا۔

''بس کریں حسن بھائی۔ خدا کے لیے بس کریں۔'' انزلہ کی برداشت اب جواب دے چکی تھی۔ یکلخت وہ چیخ اٹھی تھی اور اس کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری ہوچکا تھا۔

''میں بھی اسی طرح تڑپ رہا ہوں انزلہ' میرا دل بھی اسی طرح رورہا ہے میں اپنا درد کس کو بتاؤں۔'' انزلہ کو زاروزار روتے دیکھ کر حسن کے چاروں طرف سکون ہی سکون پھیل گیا تھا۔

''اریبہ مسعود اب لگے گی آگ تمہارے دامن میں اور اب دوگی تم حسن زمان کو ٹھکرانے کا تاوان۔ مزا تو اب آئے گا۔'' اپنی زہرخند سوچ لیے حسن وہاں سے اٹھا اور فوراً لاؤنج سے باہر نکل گیا تھا۔

حسن کے جانے کے بعد وہ اپنی پانچ ماہ پہلے شروع ہونے والی نئی زندگی کے بارے میں سوچنے لگی۔

''کس طرح اچانک سکندر کا پرپوزل اس کے لیے آیا' پھر اریبہ کی حمایت اس پرپوزل کو حاصل تھی۔ پھر آناً فاناً اس کی شادی ہوئی۔''

یہ ساری کہانی حسن اس کے سامنے گڈمڈ کرکے رکھ گیا تھا۔ انزلہ نے جو اسے ترتیب وار پڑھنا شروع کیا تو کڑی سے کڑی ملتی چلی گئی۔

حقیقت کا ادراک ہوا تو انزلہ کا ذہن یکلخت روشن ہوگیا۔

''اریبہ تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔'' اپنے آنسو خشک کرتے فوراً صوفے سے اٹھی تھی۔ کی بورڈ سے اس نے کار کی چابی اٹھائی اور لاؤنج سے باہر نکل آئی پورچ سے کار نکالتے اس نے گیٹ پر کھڑے چوکیدار کو کچھ ہدایات دی اور بڑی ریش ڈرائیونگ کرتی آگے بڑھ گئی۔

تقریباً دس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ گھر پہنچ گئی تھی اماں جی اور اریبہ اسے سٹنگ روم میں اکٹھی بیٹھی مل گئیں۔

اماں جی اور اریبہ نے بیک وقت اس کی سمت دیکھا تھا نہ سلام نہ دعا۔ اس کا انداز بہت عجیب سا تھا۔

''انزلہ! خیریت تو ہے بیٹا؟ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری۔'' اماں جی کو آج کل اس کی طبیعت کی بے حد فکر رہتی تھی وہ فوراً اٹھ کر اس کی سمت بڑھی تھیں۔ جب کہ اریبہ اس کے سپاٹ چہرے کو بہ غور دیکھ رہی تھی۔ اس نے تو شام میں سکندر کے ساتھ آنے کو کہا تھا پھر یہ بے وقت کیسے آگئی۔ اسے دیکھتے ہوئے اریبہ کے ذہن میں یہ خیال بھی آیا تھا۔

''ٹھیک ہوں میں' اماں جی مجھے کیا ہونا۔'' انزلہ بڑا اٹھ مارسا جواب دے کر انہیں نظرانداز کرتی اریبہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

''مجھے صرف اتنا بتادو اریبہ کہ مجھے سکندر کے گلے کا ڈھول بنا کر تم نے مجھ سے کون سے جنم کا بدلہ لیا ہے؟'' انزلہ نے ہنوز سپاٹ لہجے میں کہا اس کے چہرے پر محبت مروت کا شائبہ تک نہیں تھا۔

''کک..... کیا مطلب تمہارا؟'' اریبہ کی زبان لڑکھڑا گئی تھی وہ ہکابکا سی رہ گئی تھی۔

''اب مجھ سے کچھ چھپانے کا فائدہ نہیں۔ اریبہ مجھے حسن بھائی سب کچھ بتا گئے ہیں۔'' انزلہ نے مارے طیش کے حسن کا کہا حرف بہ حرف اماں جی اور اریبہ کو سنادیا تھا۔

اریبہ کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہونے کے مصداق اس کی حالت ہورہی تھی۔ اس نے اماں جی کی سمت دیکھا وہ بھی اسی کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ کل ہی تو حسن اس سے لڑکر گیا تھا۔ اریبہ سے انہیں خبر ہوچکی تھی۔

''حسن تم تو بہت شاطر نکلے۔ ایسی چال چلی ہے کہ میرے لیے کوئی راستہ ہی نہیں چھوڑا۔'' اریبہ میں تو اس سے بات کرنے کو سکت نہیں رہی تھی۔ فی الفور تو وہ کھڑی اپنے اندر حوصلہ پیدا کررہی تھی۔''

''حسن تو آستین کا سانپ نکلا ہے۔ وہ کب پہنچ گیا تمہیں بھڑکانے سکندر کہاں تھا۔ جو تم ہم سے حساب کتاب لینے پہنچ گئی ہو۔'' اماں جی نے اریبہ کی حالت بھانپ لی تھی۔ اسی لیے اپنے پروقار لہجے میں سختی سموتے ہوئے انہوں نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

''آج سکندر بھی جلدی آفس کے لیے نکل گئے اگر وہ گھر میں ہوتے تو پہلے میں ان سے حساب لیتی لیکن فی الحال آپ لوگ مجھے جواب دیں کیوں مجھ سے دھوکہ کیا گیا۔'' انزلہ مارے غم وغصے کے چیخ اٹھی تھی۔

''تم ہماری بڑی نہیں ہو جو ہم تمہارے آگے جواب دہ

ہوں۔ جاؤ جاکر اپنے شوہر سے پوچھو خود اس نے تمہارا ہاتھ ہم سے مانگا تھا۔ ہم نے خود سے تمہیں اس کی جھولی میں نہیں ڈالا ہے۔'' اماں جی خاموش کھڑی اریبہ کا دفاع کرتے غصے میں گویا بھڑک اٹھی تھیں۔ اس معاملے میں وہ نرمی نہیں برت سکتی تھیں۔

''ہاں انزلہ ہمارا یقین کرو۔ میرے شادی پر انکار کی وجہ سے اس نے تمہیں جاکر بھڑکایا ہے۔'' اریبہ نے اسے بڑے پیار سے مخاطب کیا تھا۔ جھوٹ بولتے ہیں آپ لوگ۔ اریبہ مجھے تم نے مار ڈالا ہے تم نے صرف خود کو بچانے کی خاطر مجھے قربان کیا ہے۔'' انزلہ حسن کی زبان بول رہی تھی۔ اس کا لہجہ گویا آگ برسا رہا تھا۔

''انزلہ! کیا بک رہی ہو تم؟'' اماں جی غضب ناک ہوئی تھیں۔

''انزلہ۔'' مارے صدمے کے اریبہ قریب پڑے صوفے پر ڈھے گئی۔ یہی بات تو وہ سننا نہیں چاہتی تھی اور وہی ہوا۔

''آج کے بعد انزلہ کے ساتھ آپ لوگوں کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ مرچکی انزلہ آپ سب کے لیے۔'' انزلہ روتی چیختی غصے میں تن فن کرتی وہاں سے نکلی تھی۔

گھر آکر وہ اپنے بیڈروم میں گھسی بری طرح آنسو بہانے میں مشغول تھی معاً دروازہ کھول کر سکندر بڑی تیزی سے متردد سا بیڈروم میں داخل ہوا تھا۔ اندر کا ماحول دیکھ کر وہ ٹھٹکا نہیں بلکہ وہ اس کے حسب توقع تھا۔ انزلہ بیڈ پر اوندھے منہ پڑی سسکیوں سے آنسو بہانے میں مصروف تھی۔

''انزلہ۔'' انتہائی سنجیدگی سے اسے پکارتے سکندر بیڈ کے نزدیک پہنچا تھا۔ اب سارے کارڈز اس کے ہاتھ میں تھے اور اسے بڑا سنبھل کر کھیلنا تھا۔

''تو آگئے آپ بھی خبر پہنچانے والوں نے بڑی جلدی کی۔'' اس کی آواز سن کر انزلہ بری طرح چونکی اور لال بھبھوکا چہرہ لیے بیڈ پر اٹھ بیٹھی تھی اس کا انداز بے حد طنزیہ تھا۔

''مجھے تو اماں جی نے فون کرکے بتایا ہے۔ وہاں تم کیا تماشہ کرکے آئی ہو اور یہ اریبہ سے کیا الٹا سیدھا بول کر آئی ہو۔'' سکندر حد سے زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

''اریبہ کا بہت دکھ ہورہا ہے آپ کو۔ اریبہ کو میں حقیقت کا آئینہ دکھا کر آئی ہوں۔'' انتہائی کاٹ دار لہجے میں کہتی وہ بیڈ سے اٹھ کر اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔

''انزلہ اریبہ کو بیچ میں مت گھسیٹو میں اس کی بے حد عزت کرتا ہوں۔'' اریبہ کے ذکر پر سکندر کا لہجہ ازخود سخت ہوگیا تھا۔

''عزت نہیں محبت۔'' آپ اس سے اور وہ آپ سے محبت کرتی ہے۔ ایک تواتر سے بہتے ہوئے اشکوں میں وہ چیخ اٹھی تھی۔

''انزلہ! تم حد سے بڑھ رہی ہو۔'' گرجتے ہوئے سکندر کے شریانوں میں خون ابل اٹھا تھا۔ ''اس کی حد تک تو یہ الزام ٹھیک تھا لیکن وہ بھی اب ماضی بن چکا تھا اور پھر اریبہ نے تو کبھی اس سے محبت کی ہی نہیں تھی۔'' اس نے بہ مشکل اپنے ہاتھ کو انزلہ پر اٹھنے سے روکا تھا۔

انزلہ نے بری طرح سہم کر اس کی سمت دیکھا تھا۔ اس کی زبان اور اشکوں کو ایکدم بریک لگا تھا۔ انتہائی دھیمے اور نرم مزاج سکندر کا اس کے سامنے یہ نیا روپ تھا۔ اس نے تو ان چار پانچ مہینوں میں سکندر کی صرف محبتیں دیکھی تھیں۔

''تمہیں شرم آنی چاہیے۔ تم نے اپنی بہن کے کردار پر شک کیا اور اس خبیث شخص کے بہکاوے میں آگئیں جس نے کبھی تمہاری بہن سے محبت ہی نہیں کی تھی۔ سوائے شک کرنے کے۔ تمہاری پھوپو تو بہت نفیس خاتون ہیں۔ یہ ان کا بیٹا کس پر چلا گیا ہے اور خبردار جو آئندہ حسن میرے گھر میں آیا۔'' سکندر اپنے غصے پر کنٹرول کرتے کرتے بھی دہاڑا تھا۔

''آ..... آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں آپ کے غصے سے ڈر جاؤں گی۔'' انزلہ گو کہ سکندر کے اس روپ پر اندر ہی اندر خوف زدہ ہوگئی تھی لیکن بھیگی بھیگی پلکیں جھپکاتے اس نے اپنا اعتماد بحال کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔

''میں بھی اس مسئلے کو پرسکون طریقے سے حل کرنا چاہتا تھا لیکن تم نے مجھے طیش دلایا ہے۔'' سکندر نے اپنے غصے کے گراف کو کم کرتے انتہائی خفگی سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

''انزلہ نے سوں سوں کرتے اپنے سامنے ڈٹے سکندر کو جواباً اس سے بھی زیادہ خفگی سے دیکھا تھا۔

سکندر کی پینٹ کی جیب میں پڑا موبائل بج اٹھا اس نے فوراً اسے آف کرنے کے لیے جیب سے باہر نکالا تھا۔ لیکن

اسکرین پر آنے والا نمبر اماں جی کے گھر کا تھا اس نے فوراً آن کرتے موبائل کان سے لگایا تھا۔

"جی اماں جی بات کر رہا ہوں۔"

"اوہ مائی گاڈ کب کیسے؟" سکندر موبائل پر بات کرتا یکسر اسے نظر انداز کر چکا تھا۔ اس کے چہرے پر انتہائی تفکر اور پریشانی کے سائے پھیل چکے تھے۔

"جب کہ اماں جی کا نام سن کر انزلہ بھی فون پر ہونے والی باتوں کی سمت متوجہ ہوئی تھی۔

"اچھا آپ مجھے اسپتال کا ایڈریس بتائیں۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں پلیز۔ آپ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" سکندر نے اسپتال کا ایڈریس سن کر انہیں تسلی دے کر موبائل آف کر دیا تھا۔

"کس کی طبیعت خراب ہوگئی کون اسپتال چلا گیا؟ اماں جی کس کے بارے میں بتا رہی تھیں۔"

انزلہ کے ذہن میں پے در پے سوال اٹھے تھے لیکن سکندر سے استفسار کی ہمت نہیں تھی۔ اس کی نگاہیں بڑی بے قراری سی سکندر کی سمت اٹھی تھیں۔

"تمہاری عزت افزائی نے اریبہ کا نروس بریک ڈاؤن کر دیا ہے۔ اماں جی اور راحیلہ پھوپو اسے اسپتال لے گئی ہیں۔ تمہیں اس لیے بتا کر جا رہا ہوں کہ کہیں میری واپسی تک تم کوئی نیا الزام میرے لیے تیار کر کے نہ رکھو۔" تلخی سے کہتے ہوئے سکندر نے اس پر گہری طنزیہ نگاہ ڈالی اور پھر فوراً بیڈروم سے باہر نکل گیا تھا۔

اور اس خبر نے انزلہ کو گویا پتھرا کر رکھ دیا وہ اس کی ماں جائی تھی؛ جس کے ساتھ اس نے اپنی زندگی کے بیس سال گزارے تھے وہ کارپٹ پر بیٹھتی چلی گئی۔ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

وہ بھی اسپتال جا سکتی تھی لیکن اپنی ضد اور انا کی زنجیروں میں وہ بری طرح جکڑ چکی تھی۔ کیوں کہ دل کے کسی ایک کونے میں حسن کی باتیں ہنوز موجود تھیں۔

انزلہ کی ساری رات پریشانی اور اضطراب میں گزری تھی۔ سکندر گھر نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس نے انزلہ سے کوئی رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی اسے رہ رہ کر سکندر پر غصہ آ رہا تھا۔

"ہونہہ اکڑے رہیں میں بھی کوئی ان کے لیے مری نہیں جا رہی۔ اس وقت تو ذہن پر یہ سوال سوار تھا کہ اگر اریبہ کو کچھ ہو گیا تو۔ سوالیہ نشان اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار آ رہا تھا۔ شاید یہ خون کی کشش تھی۔

کس سے پوچھوں اریبہ کے لیے تھک ہار کر صبح اس نے حسن کو موبائل پر رابطہ کیا تھا۔

"حسن بھائی اریبہ کیسی ہے اسے ہوش آیا؟" انزلہ نے چھوٹتے ہی بڑی بے تابی سے استفسار کیا تھا۔

"ہاں بھئی تمہاری بہن کو تو رات ہی ہوش آ گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود تمہارا شوہر ساری رات اس کے سرہانے بیٹھا رہا۔ میرا خیال ہے سکندر صاحب اب اریبہ کو ڈسچارج کروا کر ہی واپس آئیں گے۔ اسپتال تو میں جا نہیں سکتا کیوں کہ امی جان مجھ سے سخت خفا ہیں اور اماں جی نواسے کی شکل دیکھنے کی روادار نہیں ہیں، اصل میں انزلہ سچائی کا ساتھ دینے والوں کا حال میرے اور تمہارے جیسا ہی ہوتا ہے یہ معلومات بھی مجھے اس اسپتال میں اپنے ایک جاننے والے ڈاکٹر سے ملی ہیں حسن، انزلہ کے احساسات سے بے خبر بڑے مزے سے ساری تفصیل سنا رہا تھا۔

"او کے حسن بھائی۔" انزلہ نے بڑی آہستگی سے کہتے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔ حسن کی باتوں نے ایک بار پھر اس کے دل کی دنیا میں طوفان مچا دیا تھا۔

پھر اریبہ کو اسپتال سے ڈسچارج کرانے کے بعد سکندر کی واپسی تقریباً دوپہر میں ہوئی تھی۔ اس کا سنجیدہ چہرہ اور آنکھیں شب بیداری کی کہانی سنا رہی تھیں۔ انزلہ نے اسے دیکھ کر منہ موڑ لیا تھا۔ سکندر بھی اسے نظر انداز کرتا اپنے بیڈروم کی سمت بڑھ گیا تھا۔ دونوں طرف ناراضگی کا بڑا واضح اظہار تھا۔

اور پھر یہ ناراضگی طویل سے طویل ہوتی گئی۔ تقریباً پندرہ دن ہو گئے تھے۔ ان کے درمیان بات چیت بالکل بند تھی۔ انزلہ کے دل میں سکندر کی طرف سے بال آ چکا تھا۔ سب سے بڑھ کر اس کی ضد اور انا جو سکندر کے آگے جھکنے کو بالکل تیار نہیں تھی اور سکندر بھی اکڑ کر اسے اپنی طرف سے سزا دے رہا تھا۔

گو کہ وہ ایک بیڈروم میں سوتے تھے لیکن اجنبیوں کی طرح وہ بیڈ پر سوتا اور انزلہ کارپٹ پر میٹرس بچھا کر سوتی تھی صبح کا ناشتہ اور رات کا ڈنر بھی دونوں کا مختلف اوقات میں

الگ الگ ہوتا تھا۔

اماں جی اور اریبہ نے اس دن کے بعد پلٹ کر اس کی خبر نہیں لی تھی لیکن سکندر سے موبائل پر ان کا رابطہ رہتا تھا اور ایسے میں خاموشی سے نوٹس لیتے انزلہ کا جل جل کر برا حال ہو جاتا تھا۔

اس دن سکندر اپنی بے حد آفیشل مصروفیت کی وجہ سے شام کے بجائے رات گئے گھر میں داخل ہوا تھا پورے گھر میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ فریدہ ابھی تک اپنے کواٹر میں نہیں گئی تھی بلکہ سکندر کو کھانا سرو کرنے کے انتظار میں لاؤنج میں بیٹھی مارے نیند کے اونگھ رہی تھی۔

"فریدہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں تم جاؤ۔ اپنے کواٹر میں۔" سکندر نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسے حکمیہ لہجے میں کہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ صاحب۔" فریدہ ایکدم اٹھ کر باہر کی جانب بڑھی تھی۔

"اور ہاں تمہاری بیگم صاحبہ نے کھانا کھا لیا۔" جب سے ان دونوں میں ناراضگی چل رہی تھی یہ اس کے معمول کا سوال تھا۔

"جی کھا تو لیا ہے لیکن......" فریدہ کے قدم ٹھہر گئے تھے وہ سکندر کو کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن جھجک کر خاموش ہو گئی تھی۔

"فریدہ کیا بات ہے صاف صاف بتاؤ۔" سکندر اس کے غیر معمولی انداز پر چونک گیا تھا۔

"صاحب اصل میں بات یہ ہے کہ میں بہت دنوں سے دیکھ رہی ہوں بیگم صاحبہ بالکل اپنا خیال نہیں رکھ رہی ہیں۔ صبح کا ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کرتیں۔ صرف چائے کا ایک کپ لیتی ہیں نہ جوس نہ دودھ لیتی ہیں۔ دوپہر اور رات کا کھانا بھی بس برائے نام ہی کھاتی ہیں اور صاحب آج تو انہوں نے حد ہی کر دی اپنی دوائیں ڈسٹ بن میں پھینک دیں۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جی۔ صاحب آج کل ان کی جیسی حالت ہے آپ کو تو ان کا بے حد خیال رکھنا چاہیے۔" فریدہ اپنے کام سے کام رکھنے والی ملازمہ تھی لیکن انزلہ کی حالت کے پیش نظر اسے سکندر کو یہ سب بتانا ہی پڑا اور پھر وہ ان کی اندرونی لڑائی سے بھی بے خبر تھی۔

"اوہ نو۔" فریدہ سے ساری روداد سن کر سکندر کو ایک دھچکا لگا تھا۔ "اچھا ٹھیک ہے تم جاؤ۔" سکندر نے فوراً اسے چلتا کیا تھا۔

"تف ہے تم پر سکندر اگر وہ اپنی ضد میں نادانی کر رہی ہے تو تم بھی اپنی انا کے جھنڈے گاڑے کھڑے ہو۔ ایسی حالت میں جب تمہاری امانت اس کے وجود میں پرورش پا رہی ہے گھر کی ملازمہ تمہیں تمہارے فرائض کی یاد دہانی کروا رہی ہے۔ لیکن تمہارا احساس سویا ہوا ہے۔" سکندر متفکر سا خود کو ملامت کرتا بیڈروم کی سمت بڑھا تھا۔

دروازے کا ہینڈل گھما کر وہ بیڈروم میں داخل ہوا تو نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں وہ حسب معمول ایک کونے میں میٹرس بچھائے آنکھوں پر ایک بازو رکھے لیٹی ہوئی تھی۔

سکندر نے بہ غور اس کی سمت دیکھا تھا۔ پھر بیڈ کے کنارے پر ٹک کر پیروں سے سوکس اور شوز اتارے قریب پڑے ریک سے سلیپر نکال کر پیروں میں ڈالے اور پھر اٹھ کر وارڈ روب سے اپنا نائٹ سوٹ نکالا اور باتھ روم میں گھس گیا۔ دس منٹ بعد وہ فریش ہو کر باتھ روم سے برآمد ہوا تھا۔ انزلہ ہنوز اسی پوزیشن میں لیٹی ہوئی تھی۔ اب پتا نہیں وہ سو رہی تھی یا جاگ رہی تھی، سکندر اس کی سمت بڑھا ذرا سا جھک کر اسے اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھایا اور بیڈ پر لا کر بہت احتیاط سے لٹا دیا۔ تقریباً بیس دن بعد انزلہ کی سمت اس کی پیش قدمی ہوئی تھی؛ جس کے جواب میں فی الفور اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ انزلہ کو نرم و ملائم کمبل اچھی طرح اوڑھانے کے بعد سکندر نے بیڈ کی دوسری جانب آ کر اپنا تکیہ درست کیا اور اس کے پہلو میں لیٹ گیا۔ انزلہ کروٹ کے بل لیٹی ہوئی تھی۔ سکندر کی جانب اس کی پشت تھی۔ سکندر کو محسوس ہوا انزلہ کا وجود ہچکیوں اور سسکیوں کی زد میں ہے۔ وہ بے آواز رو رہی تھی۔ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ انزلہ سو رہی ہے۔ لیکن اس کا خیال غلط نکلا۔ وہ بے حد تاسف و دکھ میں گھر گیا تھا۔

"انزلہ۔" سکندر نے فوراً ہاتھ بڑھا کر اس کا رخ اپنی جانب کیا تھا۔

"مت چھوئیں مجھے۔" اشکوں سے بھیگے چہرے سمیت تڑپ کر انزلہ نے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔

"شوہر کے حقوق سے انکار کرو گی۔" گو کہ سکندر کو اپنی

زیادتی کا احساس ہوتے شدید ندامت محسوس ہو رہی تھی لیکن آج اسے ہر قیمت پر منانا تھا۔

شوہر کے حقوق سے نہیں بلکہ سمجھوتوں سے انکار کر رہی ہوں۔'' اشک برساتی انزلہ غرائی تھی۔

''میری جان کون تمہارے ساتھ سمجھوتہ کر رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا انزلہ کہ میری محبتیں کیوں تمہیں سمجھوتا دکھائی دے رہی ہیں۔ میں نے تمہیں سچے دل سے چاہا ہے۔ تم میری زندگی ہو میری چاہت ہو کیوں میری محبتوں پر شک کر رہی ہو کیوں حسن کے پیچھے لگ کر میری اور اپنی خوشیوں بھری زندگی کو ڈسٹرب کر رہی ہوں۔'' سکندر بڑی محبت سے اس کے آنسوؤں کو اپنی پوروں سے صاف کر رہا تھا۔

''میں کس کا یقین کروں اور کس کا نہ کروں سکندر۔'' وہ تڑپ تڑپ کر ایک بار پھر شدتوں سے رونے لگی تھی۔

''میری جان میں ہی تمہارا یقین ہوں' باقی سب جھوٹ ہے یہ جان لو۔ سکندر سے اب اس کا رونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ یکلخت اس نے انزلہ کو اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا تھا۔ اس کا نرم لہجہ واقعی سچائیوں سے پر تھا۔

''سکندر! اس کے کشادہ سینے سے لگی انزلہ سے سسکی لی تھی اس کے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا جو انزلہ کی انا اور ضد کی دیوار کو توڑتا چلا گیا۔

''تم نے تو ضد کی انتہا کر دی لڑائی مجھ سے تھی اس معصوم جان سے تو نہیں' کھانا پینا چھوڑ کر میڈیسن ڈسٹ بن میں پھینک کر تم خود پر نہیں میرے بچے پر ظلم کر رہی تھیں۔'' سکندر اس کے بھیگے چہرے پر چپکی چھوٹی چھوٹی لٹوں کو اپنے ہاتھ سے ہٹاتے ہوئے محبت بھری خفگی سے کہہ رہا تھا۔

''اور آپ جو مجھ پر ظلم کر رہے تھے کیا اس کا احساس نہیں تھا آپ کو۔'' انزلہ کے آنسو خشک ہو چکے تھے۔ اس نے بھی جواباً سکندر کی کوتاہی گنوائی تھی۔

''ہاں میں جانتا ہوں مجھ سے بھی سخت غلطی ہوئی ہے جس دن ہمارا جھگڑا ہوا تھا مجھے اسی دن یہ کام کر لینا چاہیے تھا جو میں آج کر رہا ہوں۔'' سکندر نے شریر سے انداز میں کہا۔

بیڈروم کا ماحول یکلخت سازگار اور پرسکون سا ہو گیا تھا۔ انزلہ کے چہرے پر حیا کے رنگ اتر آئے تھے۔

''دیکھو اریبہ مر کر بچی ہے لیکن تم نے پلٹ کر اس کے لیے نہیں پوچھا وہ اور اماں جی تمہارے لیے تڑپ رہی ہیں۔ یا ران سے کیا ناراضگی جب کہ ساری صورت حال تمہارے سامنے واضح ہو چکی ہے۔'' سکندر نے اسے نارمل ہوتے دیکھ کر موضوع بدلا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی اپنے گھر والوں سے رنجش ختم ہو جائے اور انزلہ کا بہن کی طرف سے دل صاف ہو جائے۔

''سکندر آپ مجھے کتنا چاہتے ہیں؟'' یکلخت سنجیدہ ہوتے وہ الٹا اس سے سوال کر رہی تھی۔

''کاش کہ کوئی ایسا آلہ ایجاد ہو چکا ہوتا تو میں تمہیں اپنی محبتوں اور چاہتوں کی پیمائش کر کے بتاتا جو کہ تمہارے لیے میرے دل میں کسی سمندر کی مانند موجود ہے۔'' سکندر نے بے حد متانت سے کہا تھا۔

''تو پھر فی الحال آپ مجھے اماں جی اور اریبہ سے ملنے کو نہ کہیں اور نہ ہی آپ ان لوگوں سے کوئی رابطہ رکھیں گے۔'' انزلہ کے لہجے میں سرد مہری سی آ گئی تھی۔

''انزلہ۔'' سکندر نے انتہائی تحیر و تاسف بھرے انداز میں اس کی سمت دیکھا تھا۔

''سکندر کیا آپ کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ میں نے آپ کی باتوں پر یقین کر لیا ہے۔'' انزلہ نے کروٹ لیتے اپنے چہرے کے تاثرات چھپانے کی خاطر ایک بار پھر اس کے وجود میں پناہ لی تھی۔

''سکندر نے ایک گہری سانس لیتے خاموشی میں مصلحت جانی۔ اتنا تو وہ محسوس کر چکا تھا کہ انزلہ ابھی بھی حسن کی باتوں کے سحر میں جکڑی ہوئی ہے اور وہ اس کی حالت کے پیش نظر اسے دوبارہ چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ کم از کم جب تک وہ ڈلیوری کے مرحلے سے گزر نہیں جاتی۔

اس کی اور انزلہ کی زندگی ایک بار پھر نارمل روٹین پر آ گئی تھی۔ انزلہ پر اس کی حد سے زیادہ توجہ تھی اور انزلہ بھی اس کی بھرپور توجہ پا کر خوش تھی۔ سکندر نے اس دن کے بعد اس کے سامنے اماں جی اور اریبہ کا نام نہیں لیا تھا لیکن ابھی تک اماں جی اور اریبہ کے لیے انزلہ کے دل میں کوئی احساس نہیں جاگا تھا۔ سکندر بغور سب دیکھ رہا تھا لیکن خاموش تھا۔

پھر انہیں گزرتے مہینوں میں حسن نے بھی اپنی کولیگ ڈاکٹر سونیا سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ راحیلہ شرمندہ شرمندہ سی انزلہ کو بھی حسن کی شادی کا کارڈ دینے آئیں تھیں لیکن انزلہ کی آنکھیں اسی دن کھلی تھیں۔

"واقعی حسن کو اریبہ سے محبت نہیں تھی۔
کتنی جلدی وہ اپنی نئی دنیا بسانے لگا تھا۔

اگر اسے اریبہ سے سچی محبت ہوتی تو وہ ایسا کرتے ہزار بار سوچتا ضرور۔ جس دن سے راحیلہ اسے کارڈ دے کر گئی تھیں۔ وہ اسی قسم کی باتیں سوچ رہی تھی۔ البتہ سکندر نے حسن کی شادی پر جانے سے انزلہ سے معذرت کرتے اسے شادی پر جانے کی اجازت دے دی تھی۔ جس پر انزلہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ لیکن وہ بھی حسن کی شادی پر نہیں گئی تھی جس پر سکندر کو بے حد حیرت ہوئی تھی لیکن اس نے انزلہ سے کچھ استفسار نہیں کیا تھا۔

اور ادھر سے اماں جی اور اریبہ کے بھی جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ راحیلہ اریبہ سے تو نظر نہیں ملا سکتی تھیں لیکن اماں جی کو بیٹے کی شادی پر منا کر لے ہی گئیں اور اماں جی نے بھی صرف بیٹی کی لاج رکھی تھی۔ ورنہ حسن تو ان کے دل سے بھی اتر گیا تھا۔

ڈاکٹر نے انزلہ کی ڈلیوری کی ڈیٹ دے دی تھی لیکن حسن کی شادی کے بعد انزلہ پر آج کل عجیب ٹینشن سوار تھی۔ اریبہ کے ساتھ جو کچھ وہ کر چکی تھی۔ یہ سوچ سوچ کر اب ضمیر بری طرح ملامت کرتا رہتا تھا۔ دل کرتا تھا کہ اس کے پیروں میں گر کر معافی مانگے لیکن وہ یہ سب کس سے کہے مارے شرمندگی کہ وہ سکندر سے بھی کچھ شیئر نہیں کر سکتی تھی۔ چھپ چھپ کر روتی رہتی تھی وہ بے حد نڈھال نڈھال سی رہنے لگی تھی۔

اس دن تو صبح سے ہی انزلہ کی طبیعت مضطرب اور مضمحل تھی۔ سکندر کے استفسار پر بھی ٹال گئی تھی۔ جواباً سکندر اسے آرام کرنے کی تاکید کرتے آفس کے لیے نکل گیا تھا لیکن سکندر کی آفس سے واپسی تک وہ اپنی طبیعت خراب کر چکی تھی۔

"انزلہ۔" بیڈ روم میں داخل ہوتا سکندر اس کی حالت دیکھ کر واقعی پریشان ہو گیا تھا وہ اسے پکارتا ہوا بڑی بے قراری سے بیڈ کی سمت بڑھا تھا۔

"سکندر! پلیز آپ اماں جی اور اریبہ کو بلا دیں۔" ندامتوں سے چور لہجے میں وہ اپنے قریب بیٹھے سکندر سے کہہ رہی تھی۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری۔" گو کہ اس کی بات سن کر سکندر کو ایک شاک سا لگا تھا لیکن اس کا پہلا دھیان انزلہ کی طبیعت کی سمت گیا تھا۔

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ وہ اپنی کیفیت سکندر کو نہیں بتا سکتی تھی۔

"تو پھر پہلے ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔ اس کی ڈلیوری کی ڈیٹ میں ابھی بیس دن باقی تھے لیکن سکندر اس کی حالت پر بے حد پریشان ہو رہا تھا۔

"ڈاکٹر کے پاس بھی چلوں گی لیکن پہلے آپ اماں جی اور اریبہ کو بلا دیں۔" انزلہ کا لہجہ گلوگیر تھا۔

"او کے او کے۔" سکندر نے فوراً موبائل جیب سے نکال کر نمبر پش کرنا شروع کر دیئے۔ اریبہ سے بات کرتے اس کی پوری توجہ انزلہ کی سمت تھی۔

"انزلہ یار خود کو سنبھالو۔" سکندر فون بند کر کے اس کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

"سکندر! میں چاہتی ہوں آج اماں جی اور اریبہ سے معافی مانگ لوں پھر نہ جانے زندگی مہلت دے یا نہ دے۔" اس کے شانے پر سر رکھتے انزلہ کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئی تھیں۔

"اول فول مت بولو۔" سکندر کا دل کانپا تھا۔ اس نے انزلہ کو اپنے ساتھ بھینچ لیا تھا۔

پھر اماں جی اور اریبہ بھی پہنچ گئیں۔ اتنے مہینوں بعد اپنوں کو دیکھ کر انزلہ خود پر ضبط کھو بیٹھی وہ ان دونوں کے گلے لگ کر تڑپ تڑپ کر روئی تھی۔ اماں جی اور اریبہ نے کوئی پرانی بات نہیں دہرائی تھی بلکہ انہوں نے بڑی محبت سے اسے اپنی آغوش میں سمیٹا تھا۔ سکندر نے اس ملن پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا۔

اس کی بگڑتی حالت کو دیکھ کر اماں جی نے فوراً سکندر کو اسے اسپتال لے جانے کو کہا تھا۔ پھر آناً فاناً وہ تینوں اسے لے کر اسپتال پہنچے تھے۔ انزلہ کو ایمرجنسی میں آپریشن تھیٹر میں پہنچایا گیا تھا کیوں کہ اس کا نارمل کیس پیچیدہ ہو چکا تھا اور باہر کھڑے ان تینوں افراد کی جان گویا سولی پر ٹنگی ہوئی تھی اور پھر ایک طویل انتظار کے بعد آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا تھا۔ ڈاکٹر نسرین نے اسے پیارے سے بیٹے کی نوید سنائی تھی لیکن انزلہ اس زندگی اور موت کی جنگ میں موت کو گلے لگا چکی تھی۔ ان سب کو یہ خبر دیتے ڈاکٹر نسرین کی

آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ باوجود پوری کوشش کے وہ انزلہ کو نہیں بچا سکی تھیں۔ اس کا بی پی آخری لمحوں میں بالکل ختم ہو گیا تھا۔

ایک طوفان آیا تھا جو اماں جی، اریبہ اور سکندر کی زندگی سے تمام خوشیاں نوچ کر لے گیا۔ اماں جی اور اریبہ کی آنکھوں کے آنسو خشک نہیں ہو رہے تھے۔ راحیلہ کا بھی یہی حال تھا لیکن اس کے باوجود وہ بچے سمیت ان دونوں کو بھی سنبھال رہی تھیں۔ حسن بھی اپنی بیوی سونیا سمیت پہنچ چکا تھا۔

اور رہ گیا سکندر تو اسے تو گویا سکتہ سا ہو گیا تھا۔ اس کا یہ سکتہ اسد کے سینے سے لگ کر ٹوٹا تھا۔

"دیکھ لو اسد میری خوشیوں کی زندگی کتنی مختصر ہے۔ انزلہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ میں پھر اکیلا رہ گیا ہوں۔ نہ جانے یہ زندگی مجھ سے میرے اپنوں کے چھیننے کا خراج کب تک لیتی رہے گی۔ اسد کے گلے لگ کر سکندر دھاڑیں مار مار کر رو پڑا تھا۔ اسد کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے تھے۔ دوست کا دکھ اسے بھی مارے جا رہا تھا۔

سکندر نے اپنے ہاتھوں سے انزلہ کو لحد میں اتارا تھا۔ لیکن اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس دنیا سے چلی گئی ہے۔

"سکندر میں چاہتی ہوں اماں جی اور اریبہ سے معافی مانگ لوں پھر نہ جانے زندگی مہلت دے یا نہ دے۔" انزلہ کی یہ بات سکندر کی سمجھ میں اب آ رہی تھی اور وہ آپریشن تھیٹر میں جاتے وقت اس کی حسرت بھری نگاہیں جو سکندر کی سمت اٹھی تھیں۔ "تو اس کا مطلب ہے انزلہ کو سب معلوم تھا لیکن اس نے مجھے ہی بے خبر رکھا۔" وہ تنہا ہوتا تو اسے انزلہ کی یہ باتیں یاد آنے لگتیں۔

فی الحال سب ہی لوگ سکندر کے گھر میں تھے۔ راحیلہ نے سوئم کے بعد حسن اور سونیا کو تو گھر بھیج دیا تھا اور خود اماں جی اور اریبہ کے ساتھ ابھی سکندر کے گھر میں ہی تھیں۔

"اریبہ کو ہوش آیا تو اس نے بہن کی امانت کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ وہ صحت مند سرخ و سپید بچہ بالکل سکندر کی کاپی تھا۔

پھر کچھ دن اور سکندر کے گھر گزارنے کے بعد ان تینوں خواتین نے بھی اپنے گھر کی راہ لی تھی۔ بچہ وہ اپنے ساتھ لے جا رہی تھیں۔ سکندر کی ایسی حالت نہیں تھی کہ وہ ننھے سے بچے کو سنبھال پاتا۔ اماں جی کے اس فیصلے پر سکندر فی الحال تو خاموش ہو گیا تھا۔

"اریبہ! اس کا نام اسامہ رکھنا۔ اس کی ماں کو یہ نام بہت پسند تھا۔" ان لوگوں کے جاتے سمے سکندر نے اریبہ کی گود میں نرم گلابی کمبل میں لپٹے بیٹے کی روشن پیشانی کو چومتے ہوئے بھیگے بھیگے لہجے میں کہا تھا۔

اور اریبہ نے اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

❁☆❁

انزلہ کا دکھ کوئی چھوٹا دکھ نہیں تھا لیکن انسان کو زندگی کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ گھر کے ہر فرد نے زندگی کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ بظاہر اماں جی اپنے آپ کو بہت مضبوط ثابت کرتی تھیں لیکن جب بھی وہ اسامہ کو دیکھتیں ان کی آنکھیں بھیگ جاتیں۔ اریبہ اسامہ اور اپنے آفس کی ذمہ داری کو بہت اچھے طریقے سے نبھا رہی تھی۔ وہ جو پہلے آفس سے تین بجے آتی تھی اب وہ ڈیڑھ دو بجے تک گھر واپس آ جاتی تھی۔ اس دوران سومی کی دیکھ بھال اماں جی بہت اچھے طریقے سے کر لیتی تھیں اور پھر راحیلہ بھی چکر لگا لیتی تھیں۔ اماں جی بیٹی سے ناراض نہیں رہ سکتی تھیں اور اریبہ کا بھی یہی حال تھا۔ البتہ حسن اور اس کی بیوی سونیا ادھر نہیں آتے تھے۔

سکندر شام میں روز بیٹے سے ملنے آتا تھا۔ پانچ ماہ کا صحت مند سومی بہت شریر ہو گیا تھا۔ باپ کو وہ بہت اچھی طرح پہچاننے لگا تھا بلکہ باپ کی گود میں جاتے مسکرا کر اس کا استقبال کرتا تھا اور اس کی مسکراہٹ پر سکندر فدا ہو جاتا تھا۔

اس شام بھی سکندر حسب معمول سومی سے ملنے آیا تھا۔ اکثر بیشتر جو سومی کے کپڑوں اور کھلونوں کی شاپنگ کی جاتی تھی آج بھی وہ شاپنگ اس کے ہاتھ میں تھی۔

"السلام علیکم۔" اماں جی اور اریبہ اسے سٹنگ روم میں ہی مل گئی تھیں۔

"وعلیکم السلام۔ آؤ بیٹا۔" اماں جی شفقت بھرے انداز میں گویا ہوئی تھیں۔

"سومی کہاں ہے؟" اس نے شاپر اریبہ کی سمت بڑھاتے استفسار کیا تھا۔ بیٹے کے لیے اس کے لہجے میں ایک بے قراری تھی۔ وہ اماں جی کے قریب ہی صوفے پر

بیٹھ گیا تھا۔

"آج ذرا لیٹ سویا تھا اس لیے ابھی تک اٹھا نہیں۔" اریبہ نے سائیڈ میں پڑی تپائی پر شاپر رکھتے ایک نظر اس کے وجیہہ سراپے پر ڈالی تھی۔ سیاہ کلر کے شلوار سوٹ میں چہرے پر ہلکی ہلکی سی ڈاڑھی جو اس نے ہمیشہ کے لیے رکھ لی تھی اور اس کے چہرے پر وہ ڈاڑھی بہت سوٹ بھی کرتی تھی۔

"ماشاء اللہ بہت شریر ہو گیا ہے۔ ذرا تمہارا نام لو فوراً دروازے کی سمت دیکھتا ہے۔" اماں جی بڑی محبت سے اسامہ کا ذکر کر رہی تھیں۔

"اماں جی! میں آج اسی کے سلسلے میں آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔" سکندر نے اپنے مخصوص نرم لہجے میں بات کرنے کی ابتدا کی تھی۔

"ہاں ہاں بیٹا کہو۔" اماں جی نرمی سے گویا ہوئیں۔

"ایک جانب پڑی کرسی پر بیٹھی اریبہ نے بھی چونک کر اس کی سمت دیکھا تھا۔ سنجیدہ تو وہ پہلے بھی تھا لیکن انزلہ کے جانے کے بعد وہ بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا۔ مسکراہٹ اس کے چہرے پر صرف بیٹے کو دیکھ کر آتی تھی۔

"میں سوچ رہا ہوں اماں جی، سومی کو اب گھر شفٹ کر لوں اور اس کی دیکھ بھال کے لیے گورنس رکھ لوں۔" بہت سادہ سے لہجے میں اس نے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔

"سکندر بیٹا! تمہاری تنہائی کا سوچ کر دل پھٹتا ہے۔ بے شک اولاد تمہاری ہے، ذمہ داری بھی تمہاری ہے لیکن ابھی وہ بہت چھوٹا ہے، اتنے چھوٹے بچے کو آیا کی نہیں ماں کی ضرورت ہوتی ہے۔" اسے سمجھاتے ہوئے اماں جی کی آواز میں آنسوؤں کی نمی شامل ہو گئی تھی۔ انزلہ تو انہیں روگ لگا گئی تھی جو انہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا۔

اریبہ خاموش تھی۔ لیکن آنکھوں میں اس کے بھی آنسو آ گئے تھے۔

"سوری اماں جی، میرا مقصد آپ لوگوں کو دکھ دینا نہیں ہے۔" سکندر دونوں خواتین کے تاثرات دیکھ کر شرمندہ سا ہو گیا تھا۔

"بیٹا! یہ دکھ تو اب عمر بھر کا ہے۔ سومی خود کو سنبھالنے کے قابل ہو جائے پھر تم بے شک اسے لے جانا۔" اماں جی خود کو سنبھالتے ہوئے ہنوز نرمی سے گویا ہوئیں تھیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ شاید میں ہی جذباتی ہو رہا تھا۔" سکندر نے مودب انداز میں انہیں جواب دیا تھا۔

اسی وقت اریبہ اپنے بیڈ روم سے اسامہ کے رونے کی آواز سن کر ان کے درمیان سے اٹھ گئی اور پھر چند لمحوں بعد وہ آسمانی کمبل میں لپٹے سرخ بے بی سوٹ میں ملبوس اسامہ کو گود میں اٹھائے سٹنگ روم میں دوبارہ داخل ہوئی تھی۔

"لیجیے جناب سومی کو اپنے پپا کی آمد کی خبر ہو گئی تھی۔ اس لیے موصوف وقت سے پہلے اٹھ گئے۔" اریبہ نے خوشگوار و نارمل سے لہجے میں کہتے سومی کو سکندر کی سمت بڑھایا تھا۔

"میری جان۔" سکندر نے پدرانہ محبت لیے بیٹے کو اپنی بانہوں میں سمیٹ کر اس کے چہرے پر بے تحاشہ بوسے دیئے تھے۔ جواباً سومی نے بھی باپ کا استقبال کھلکھلا کر کیا تھا۔ ماحول پر کچھ دیر پہلے چھائی افسردگی سومی کی کھلکھلاہٹ سے دور ہو گئی تھی۔

پھر وقت کو گویا پر لگ گئے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سومی تین سال کا ہو گیا تھا۔ اریبہ کے لیے اس کی زبان سے پہلا لفظ ماما ہی نکلا تھا اور اس کا ماما کہنا اریبہ کو ذرا بھی برا نہیں لگا بلکہ اس کے اندر کہیں دور تک سکون اتر گیا تھا۔ اس نے سومی کو ماما کہنے سے منع نہیں کیا تھا۔ اماں جی نے بھی [illegible] کی معصوم زبان سے ماما سنا تھا۔ لیکن وہ بھی خاموش رہیں جب کہ سکندر اس کے ماما کہنے پر بری طرح چونکا تھا۔ اس نے بیٹے کو ٹوکنا چاہا تھا۔ لیکن پھر اس کی ہمت نہ ہوئی۔ سومی نے خوب صورتی اپنے ماں باپ سے چرائی تھی لیکن ذہانت میں تو وہ آج کل کے بچوں سے بہت آگے تھا۔ خوب صورتی پر ذہانت نے گویا اس کے معصوم وجود پر چار چاند لگا دیئے تھے۔ وہ اپنی عمر سے بڑی باتیں اور بڑے سوال کرتا تھا اور پھر اریبہ نے بھی اس کے ماما کہنے کا حق ادا کیا تھا۔ ایک ماں کی طرح وہ اس کی پرورش کر رہی تھی۔

حسن اور سونیا اولاد سے محروم تھے۔ سونیا ماں نہیں بن سکتی تھی۔ یہ خبر ایک دن راحیلہ نے چپکے سے روتے ہوئے اماں جی کو سنائی تھی۔ وہ اس وقت ماں کے کمرے میں موجود تھیں۔

"راحیلہ! تمہارے بیٹے نے بہت سے دل دکھائے ہیں۔ شاید قدرت اب اس کا امتحان لے رہی ہے لیکن میں پھر بھی اس کے لیے دعا گو ہوں۔" اماں جی جواباً بیٹی کو تسلی

دیتے گویا ہوئی تھیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں جی، حسن کو اپنے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔" کمرے کے دروازے کے باہر کھڑی اریبہ نے اماں جی اور راحیلہ کی تمام گفتگو سننے کے بعد سوچا تھا۔

سکندر کی آج بھی وہی روٹین تھی۔ وہ ہر شام آفس سے واپسی پر بیٹے سے ملنے آتا تھا۔ اس کی یہ حالت تھی کہ وہ بیٹے کو دیکھ دیکھ کر جیتا تھا۔ سکندر کا بہت دل چاہتا تھا کہ کچھ دن کے لیے سومی کو اپنے گھر لے جائے لیکن سومی بھی ایک شریر تھا۔ باپ کو گھر تک کی لفٹ نہیں دیتا تھا لیکن سکندر کو دیکھے بنا وہ بھی نہیں رہ سکتا تھا اور اس دن بھی اس کا یہی حال تھا۔ سکندر کے آنے کا ٹائم نکل چکا تھا۔ اریبہ اکرم کو رات کے کھانے کے بارے میں ہدایات دے کر کچن سے باہر نکل کر لاؤنج میں آ گئی یہاں اماں جی اپنا پاندان کھولے مصروف تھیں اور ان کے قریب بیٹھا سومی کھلونوں میں مصروف تھا۔ لیکن اریبہ کو دیکھ کر فوراً اس کی سمت متوجہ ہوا تھا۔

"ماما، پپا پاس جانا ہے۔" اسے یہ تو نہیں کہنا آیا کہ پپا ابھی تک نہیں آئے لیکن اریبہ کی ٹانگوں سے لپٹتے اس نے اپنی بات کا مفہوم اسے سمجھا دیا تھا۔

"پپا آنے والے ہیں، جان دیکھ رہی ہیں اماں جی، باپ کے ساتھ گھر جانے کو تو تیار نہیں ہوتا اور اگر ایک دن باپ کو نہ دیکھے تو سکون اسے بھی نہیں ملتا ہے۔ سومی کو پیار سے پچکارتے اریبہ اماں جی کے قریب ہی کارپٹ پر بیٹھ گئی تھی۔

"ہاں بیٹا سن رہی ہوں والدین اور اولاد کا رشتہ ہی ایسا ہوتا ہے۔ اصل میں نہ تو وہ تمہیں چھوڑ سکتا ہے اور نہ ہی سکندر کو۔ ویسے آج سکندر کافی لیٹ ہو گیا ہے۔ مجھے بھی اس سے کچھ ضروری بات کرنا تھی۔ پان کی گلوری منہ میں رکھتے اماں جی کا لہجہ یکلخت معنی خیز ہو گیا تھا۔

"ایسی کون سی بات ہے اماں جی۔" ان کے لہجے پر اریبہ کچھ چونکی تھی۔

"ارے بیٹا پریشان کیوں ہوتی ہو۔ وہ بات مجھے تم سے بھی کرنا ہے۔ بلکہ تم دونوں سے اکٹھا کرنا پڑے گی۔" اماں جی نرم مسکراہٹ سمیت اس کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

"ماما، لائن، منکی، ماؤس...... کوئین...... گنگ معاً سومی نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروا لی۔ سکندر کے نہ آنے پر وہ اپنے غصے کا اظہار کر رہا تھا۔ یہ اس کے کھلونوں کے نام تھے اور اسے بہت اچھے طریقے سے یاد تھے۔

"ارے، رے میرا بیٹا ناراض ہو گیا۔ سومی کے منہ سے یہ الفاظ سن کر اریبہ کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا تھا۔ اس نے سومی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ وہ اماں جی کی بات کو بھول چکی تھی۔

اس کے غصے پر اماں جی بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی تھیں۔

اور لاؤنج میں داخل ہوتے سکندر نے بیٹے کی تمام باتیں سنی تھیں، بہ مشکل وہ اپنی مسکراہٹ کو ضبط کرتا آگے بڑھا تھا۔ اماں جی اور اریبہ نے بیک وقت اسے دیکھا تھا۔ سومی ہنوز اریبہ کے گلے لگا ہوا تھا۔

"اسامہ بیٹے کیا ماما سے اس طرح بات کرتے ہیں۔" سکندر شاید گھر سے آ رہا تھا کاش کے اسکائی بلو شلوار سوٹ میں وہ بالکل گھریلو سے حلیے میں تھا۔ بیٹے کو سرزنش کرتے وہ بے تکلفی سے ادھر ہی کارپٹ پر بیٹھ گیا تھا۔

"پپا!" سکندر کی آواز سن کر وہ اریبہ کو چھوڑ کر ایک دم خوشی سے اس سے لپٹ گیا تھا۔

"یہ آپ کے لیٹ آنے کا غصہ مجھ پر اتارا جا رہا تھا۔" اریبہ ابھی تک ہنس رہی تھی۔

"ہاں بیٹا آج تمہیں بہت دیر ہو گئی آنے میں۔" اماں جی بھی اس سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"بس اماں جی آفس کے کام میں پھنس گیا تھا۔ پھر گھر چلا گیا تھا۔ ستانے کو لیٹا تو نیند آ گئی پھر اٹھا تو سومی کے خیال سے ادھر بھاگا۔" بیٹے کو پیار کرتا وہ اماں جی کو تفصیل بتا رہا تھا۔

"سومی بیٹے چلو ماما سے سوری کرو۔ اچھے بچے ماما سے ایسے بات نہیں کرتے۔" سکندر ایک بار پھر بیٹے کو سرزنش کر رہا تھا۔

"ماما سوری۔" گھنے سیاہ ریشمی بالوں سے اس کی پیشانی ڈھکی ہوئی تھی اور نیوی بلیو سوٹ میں وہ آنکھیں جھپکاتا بے حد پیارا لگ رہا تھا۔

"میری جان۔" اریبہ اس کے سوری کرنے کے انداز پر گویا فدا ہو گئی تھی۔

"پپا...... بش ماما کو کوئین کہہ دوں۔" سوری کرنے کے بعد وہ فوراً اپنی عقل کے مطابق سکندر سے بڑی معصومیت

سے استفسار کررہا تھا۔

"ماما سے پوچھ لو۔" بے ساختہ مسکراتے ہوئے بیٹے کی ذہانت نے سکندر کو امتحان میں ڈال دیا تھا۔ سادہ سے لہجے میں کہتے ہوئے اس کی اریبہ کی سمت اٹھنے والی نظر بھی بے حد سادہ تھی۔

"شیطان ہے پورا...... یہ تو۔" گو کہ سکندر کا لہجہ اور نظر بے حد سادہ تھی لیکن نہ جانے کیوں اریبہ اس کی مسکراہٹ پر جھینپ کر بولی تھی۔

"سکندر بیٹا! مجھے تم سے اور اریبہ سے کچھ ضروری بات کرنا ہے۔" اماں جی کافی دیر سے ان تینوں سے دھیان ہٹائے بات کرنے کے لیے الفاظ کو ترتیب دے رہی تھیں اب انہوں نے دھیرے سے مداخلت کی تھی۔

"جی اماں جی کہیں۔......" سکندر نے بڑی توجہ سے ان کی سمت دیکھا تھا اور سومی کو گود سے اتار کر اس کے کھلونوں میں الجھا دیا تھا۔

اریبہ نے بھی خاموش نظروں سے اماں جی کی سمت دیکھا تھا اسے اماں جی کا لب ولہجہ بے حد غیر معمولی لگ رہا تھا۔

"بیٹا! میں چاہتی ہوں تم اریبہ سے نکاح کرلو۔" اماں جی بے حد متانت سے گویا ہوئی تھیں۔

"جی۔" سکندر مارے حیرت کے انہیں دیکھتا ہی رہ گیا۔ اریبہ کبھی اس کی شدید آرزو تھی۔ لیکن جو باب وہ بند کر چکا تھا وہ انزلہ کے مرنے کے بعد بھی نہیں کھلا تھا۔

"اماں جی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں مجھے کوئی نکاح نہیں کرنا۔" اریبہ تڑپ اٹھی تھی۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اماں جی ایسی بات کریں گی اور وہ بھی سکندر کے سامنے مارے کوفت کے اریبہ ایکدم اٹھی تھی۔

"ادھر بیٹھ جاؤ خاموشی سے۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ بات تم دونوں کے سامنے ہو اور مجھے تم دونوں ابھی جواب دو۔" اماں جی نے سختی سے کہتے اریبہ کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ اسے بٹھالیا تھا۔

"سکندر تم خاموش کیوں ہوگئے۔ مجھے جواب دو بیٹا۔" اماں جی پھر سکندر کی سمت متوجہ ہوئی تھیں۔

"اماں جی انزلہ کے بعد میں نے کبھی شادی کے بارے میں نہیں سوچا ہے بلکہ وہ مجھے سومی جیسا تحفہ دے گئی ہے' مجھے شادی کی ضرورت ہی نہیں۔" سکندر کی خاموشی انتہائی سنجیدگی میں ٹوٹی تھی۔

"تمہیں بیوی کی ضرورت نہیں لیکن سومی کو ماں کی ضرورت ہے اور ماں کا پیار اسے سوائے اریبہ کے کوئی دوسری عورت نہیں دے سکتی۔ اس نے جب پہلی بار اریبہ کو ماں کہا تھا تو میں نے اسی دن یہ بات سوچ لی تھی۔ کیوں نہیں میں نے ان تین سالوں میں اریبہ کے لیے آنے والے کسی رشتے کی ہامی بھری تھی صرف تمہاری وجہ سے سکندر بیٹے۔ میں نے انزلہ کے بعد اریبہ کے لیے ہمیشہ تمہیں ہی سوچا ہے۔ بیٹا تم اپنی اولاد کے لیے سوچو وہ تو اریبہ کو ہی اپنی ماں سمجھتا ہے۔ وہ بچہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اماں جی بہت تحمل سے اسے ساری پچویشن سمجھا رہی تھیں۔

"اماں جی کے قریب بیٹھی اریبہ سکندر کے سامنے نظر نہیں اٹھا پارہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اماں جی کو خاموش کروادے۔"

"اماں جی! معذرت کے ساتھ میں یہ نکاح نہیں کر سکتا۔" سکندر کا انداز مودب تھا لیکن اس کا لہجہ بے حد سپاٹ تھا۔ وہ ایکدم اٹھا اور لاؤنج سے باہر نکل گیا تھا اور اریبہ بھی بھرے دل کے ساتھ اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بھاگی تھی۔

"دونوں نے ہی انکار کردیا۔" حیرت میں مبتلا اماں جی زیر لب بڑبڑاتی ہوئی انتہائی صدمے سے سوچ رہی تھیں۔"

آنے والی صبح اریبہ کے لیے ایک نیا امتحان لیے کھڑی تھی۔ اماں جی کو انجائنا کا درد اٹھا تھا۔ وہ رات سے اس سے خفا تھیں۔ ان کی حالت دیکھ کر اریبہ تو حواس باختہ ہوگئی تھی۔ اس نے فوراً راحیلہ اور سکندر کو فون کر کے بلالیا تھا۔ اماں جی کو فوراً اسپتال پہنچایا گیا۔ فوری ٹریٹ منٹ کے بعد ان کی طبیعت سنبھل گئی تھی۔ ڈاکٹر نے انہیں ہر طرح کے صدمے سے بچانے کی تاکید کی تھی۔

"اماں جی۔" انہیں ہوش میں دیکھ کر اریبہ ان کے سینے پر سر رکھ کر بری طرح رونے لگی تھی۔

سکندر اور راحیلہ بھی اماں جی کے بیڈ کے نزدیک ہی کھڑے تھے۔ "راحیلہ کو بھی اصل بات معلوم تھی۔ اماں جی نے ان دونوں سے بات کرنے سے پہلے راحیلہ سے بھی مشورہ کیا تھا۔ انہیں بھی سکندر اور اریبہ کے نکاح پر کوئی

اعتراض نہیں تھا۔ بلکہ وہ تو بہت خوش ہوئی تھیں۔"

تو پھر میری بات مان لو۔ اریبہ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔" انہوں نے نحیف سی آواز میں کہتے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا تھا۔

"ہاں بیٹا انکار مت کرو۔" راحیلہ نے شفقت بھرے لہجے میں کہتے اس کی پشت سہلائی تھی۔

خاموش کھڑا سکندر سب کچھ سن رہا تھا۔ اس کا وجود اس وقت ایک کشمکش میں مبتلا تھا۔

"آ......آپ لوگ سکندر سے بھی تو پوچھ لیں۔" ہنوز اماں جی کے سینے میں منہ چھپائے آنسو بہاتے بالآخر اس نے ہتھیار ڈال ہی دیئے تھے لیکن اس کی بھی ایک وجہ تھی وہ سومی کو نہیں چھوڑ سکتی تھی اس بچے نے اسے جھکا دیا تھا۔

"سکندر بیٹا۔" اماں جی نے گردن موڑ کر اب سکندر کی سمت بڑی آس بھری نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"مجھے آپ کا فیصلہ منظور ہے اماں جی۔" سکندر کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ اس کی کشمکش اریبہ کے اقرار سے ختم ہوئی تھی۔

ان دونوں کی ہاں نے اماں جی اور راحیلہ کے چہروں پر رونق بکھیر دی تھی۔ سکندر اسی وقت اماں جی کے روم سے باہر نکل گیا تھا۔

پھر اماں جی دوسرے دن ہی ڈسچارج ہو کر گھر واپس آگئیں۔ اپنی خواہش پر انہوں نے اسی شام سکندر اور اریبہ کو نکاح کے بندھن میں باندھ دیا۔ اریبہ کے نکاح کے بعد اماں جی خود کو بہت ہشاش بشاش ظاہر کررہی تھیں۔ لیکن اریبہ کو وہ ٹھیک نظر نہیں آرہی تھیں اور وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ اریبہ کو اس کے نکاح کے چند گھنٹوں بعد ہی انہیں دل کا جان لیوا اٹیک ہوا تھا۔ ڈاکٹرز نے انہیں ہر قسم کے صدمے سے بچانے کو کہا تھا لیکن ان کا دل یہ بے حساب خوشی برداشت نہیں کرپایا تھا۔

اریبہ قسمت کے اس کھیل پر حیران تھی۔ وہ بے حد دکھی تھی دکھ تو سکندر کو بھی بہت تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے انسان بے بس ہے۔ اماں جی کے سوئم کے بعد سکندر اور راحیلہ کی نہ جانے آپس میں کیا میٹنگ ہوئی تھی کہ انہوں نے اریبہ اور سومی کے کپڑوں اور دوسری ضروری اشیاء کی پیکنگ کر کے اپنے ڈرائیور کے ہاتھ سب کچھ سکندر کے گھر بھجوادیا تھا۔ اریبہ سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہی تھی گو کہ سکندر کا اس گھر سے ایک بار پھر مضبوط بندھن بندھ چکا تھا۔ لیکن سوئم کے گزرنے والے تین دنوں میں اس نے رات اس گھر میں نہیں گزاری تھی۔ بلکہ نکاح کے بعد اریبہ سے ابھی تک کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ فی الحال تو وہ اسے اماں جی کی تعزیت کرنے والوں میں ہی گھرا دیکھ رہا تھا اور راحیلہ آج کل اسی کے پاس رہ رہی تھیں۔

"اریبہ بیٹے! آج رات میں سکندر تمہیں لینے آرہا ہے۔ اس بے چارے نے تو تمہیں لے جانے کے لیے نہیں کہا تھا لیکن میں نے سوئم والے دن خود ہی اسے کہہ دیا تھا۔ بیٹا اب تم اس کی بیوی ہو آج نہیں تو کل تمہیں اسی کے گھر جانا ہے۔ اب اگر اماں جی حیات ہوتیں تو تمہیں اس طرح رخصت نہیں کیا جاتا لیکن بیٹے تم خود سمجھ دار ہو۔ اب تمہیں زیادہ دن ادھر بٹھایا بھی نہیں جاسکتا۔ یہ بھی ٹھیک نہیں لگتا اماں جی کے دسویں کے بعد دوسرے دن راحیلہ اس کے قریب بیٹھی تفصیلی گفتگو کررہی تھیں۔

اریبہ نے خاموشی سے ان کی سمت دیکھا راحیلہ نے سب کچھ اس کے سامنے واضح کردیا تھا۔ اب انکار کرنا یا کچھ پوچھنا بے کار تھا۔

"تم بھی تیار رہنا اور سومی کو بھی تیار رکھنا۔" شفقت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے راحیلہ نے اس کی خاموشی کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔

"ٹھیک ہے پھوپو۔" اریبہ انہیں جواب دیتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اور پھر رات میں سکندر اسے لینے پہنچ گیا۔ راحیلہ کے گلے لگ کر آنسو بہانے کے بعد وہ سومی سمیت سکندر کی معیت میں گاڑی میں آکر بیٹھ گئی تھی۔

سکندر نے گھر کے گیٹ سے گاڑی نکال کر شفاف سڑک پر لاتے کار کی اندرونی لائٹس روشن کردی تھیں۔ کاٹن کے سفید شلوار سوٹ میں وہ بے حد سادہ سے انداز میں تیار تھا۔ اریبہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی گود میں سومی ہر طرح کی فکر سے آزاد اپنی شریر باتوں میں مصروف تھا۔ ماں باپ کو آج ایک ساتھ دیکھ کر وہ بہت چہک رہا تھا۔ اسی کی چہکار نے کار کے سکوت کو توڑا ہوا تھا ورنہ سکندر اور اریبہ کے ہونٹوں پر تو گویا قفل لگے ہوئے

تھے۔

"اریبہ! کچھ بولو گی نہیں۔" معاً سکندر کی گمبھیر آواز نے کار کے سکوت کو توڑا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر پہلی بار بہ غور اریبہ کی سمت دیکھا تھا۔ سیاہ اور سرخ گرم سوٹ میں اس کے حسن لازوال پر گہری افسردگی چھاپ دکھائی دے رہی تھی۔

اریبہ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ نکلے تھے۔ اس نے سکندر کو کوئی جواب نہیں دیا تھا بلکہ اپنے آنسو چھپانے کی خاطر رخ کھڑکی جانب موڑ لیا تھا۔ اس کے دل پر ایک بوجھ سا آ گرا تھا۔ سکندر نے اریبہ کے آنسو دیکھ لیے تھے اس لیے اس نے اریبہ کو دوبارہ مخاطب نہیں کیا بلکہ گھر تک کا راستہ خاموشی میں کٹا تھا۔

واچ مین نے سکندر کی گاڑی دیکھتے ہی گیٹ وا کر دیا تھا۔ گاڑی پورچ میں کھڑی ہو چکی تھی۔ سوئے ہوئے سومی کو وہ اپنے شانے سے لگائے کار سے باہر نکل آئی تھی۔ سکندر بھی اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔

آج بہن کے گھر میں ایک نئی حیثیت سے داخل ہوتے اس کے احساسات و جذبات عجیب سے ہو رہے تھے۔ سکندر کی معیت میں وہ بیڈ روم میں داخل ہوئی تو دل بری طرح کانپ اٹھا تھا۔

"اریبہ سومی کو ادھر ہی لٹا دو اور تم بھی ایزی ہو جاؤ۔" سکندر نے وسیع و عریض بیڈ کی طرف اشارہ کرتے اس بار بھی اپنے اور اس کے درمیان کی خاموشی کو توڑا تھا۔

اسے کہہ کر وہ وارڈ روب کی سمت بڑھا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ اپنا نائٹ سوٹ نکال کر وارڈ روب بند کر کے پلٹا تو اریبہ بیڈ روم میں موجود نہیں تھی۔ البتہ سومی بیڈ پر سویا ہوا نظر آیا تھا۔ وہ اپنا نائٹ سوٹ ادھر ہی بیڈ کی ایک جانب پھینک کر فوراً بیڈ روم سے باہر نکلا تھا پورے گھر میں اریبہ کو دیکھتا ہوا وہ لان کی طرف آیا تو اریبہ لان کی سنگی بینچ پر بیٹھی ہوئی نظر آ گئی۔ سکندر کی طرف اس کی پشت تھی۔ ایک اطمینان بھرا سانس لیتا سکندر آہستہ روی سے چلتا ہوا اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اپنی سوچوں میں گم اریبہ یکلخت چونکی تھی۔ سکندر اس کے بے حد قریب بیٹھا تھا۔

"اریبہ۔" سکندر نے بڑی آہستگی سے اسے پکارا تھا۔

"جج...... جی۔" اریبہ کو آخر اپنی خاموشی توڑنا ہی پڑی۔ لمحہ بھر کو اس نگاہ سکندر کی سمت اٹھ کر جھک گئی تھی۔

"کچھ تو بولو۔ میں نکاح کے بعد سے ایک احساس جرم میں گرفتار ہوں۔" سکندر کا لہجہ بے حد دھیما تھا۔

"بولو ناں۔" سکندر کا لہجہ بے دوستانہ تھا۔

"میں قسمت کے اس کھیل پر حیران ہوں کہ اگر آپ ہی میرا مقدر تھے تو پھر یہ نشیب و فراز میری زندگی میں کیوں آئے جس میں، میں نے اپنی بہن اور اماں جی کو کھو دیا۔" اریبہ کا لہجہ گلوگیر ہو گیا تھا۔

"غور کرو تو اریبہ، میری زندگی بھی اسی نشیب و فراز کا شکار ہوئی ہے۔" سکندر سنجیدہ سے لہجے میں کہتے بہ غور اس کی سمت دیکھنے لگا۔ لان کی دودھیا لائٹس میں اس کی آنکھوں میں آنسو بہت واضح نظر آ رہے تھے۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ شاید میں ہی بھول گئی تھی۔" آنسو لڑھک کر اس کے رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔ جنہیں اس نے خود ہی اپنے ہاتھ سے صاف کر لیا تھا۔

"اریبہ کیا تم خوش نہیں ہو اس بندھن پر۔" معاً سکندر نے اپنے دل کا خدشہ ظاہر کیا تھا۔

"یہ بات نہیں ہے۔" اریبہ کی نظر جھجک کر جھک گئی تھی۔

"تو پھر وہ بات بتاؤ جس کی وجہ سے تم نے نکاح کے لیے انکار کیا تھا۔" سکندر نے بڑی رسانیت سے استفسار کیا تھا۔

"انکار تو آپ نے بھی کیا تھا۔ پہلے آپ بتائیں۔" جھکی نظروں سے کہتے اریبہ کا لہجہ نارمل تھا۔

"اریبہ! میں انزلہ کی روح کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن دیکھو ناں وہ خود ہی خواب میں مجھ سے کہنے آ گئی کہ آپ اریبہ کو اپنا لیں میں آپ کی ویران زندگی نہیں دیکھ سکتی۔ اسے میرے اسامہ کی ماں بنا دیں۔ یہ خواب مجھے اسی دن دکھائی دیا تھا۔ جس دن اماں جی نے ہم دونوں سے نکاح کی بات کی تھی۔" اسے تفصیل بتاتے سکندر یکلخت افسردہ سا دکھائی دینے لگا تھا۔

"اوہ میرے خدا سکندر میری بھی تو یہی سوچ تھی۔ میں بھی انزلہ کی روح کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی اور...... اور میں سومی کو بھی نہیں چھوڑ سکتی تھی لیکن دیکھیں اس نے ہماری مشکل کس طرح آسان کر دی۔" اریبہ پھوٹ پھوٹ کر روتی ہوئی اس کے شانے سے لگ گئی۔ سکندر کا

خواب سن کر اس کی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی اب وہ بہن کی روح کے سامنے شرمندہ نہیں تھی۔

"اریبہ! ہمیں ایک دوسرے کا بننا تھا۔ اس لیے یہ سارے مراحل ہماری زندگی میں آئے اور ہمیں ایک بنانے والی بھی انزلہ ہے اس نے سومی کی زنجیر ہم دونوں کے پیروں میں ڈال کر ہمیں قید کر دیا ہے۔ ہم دونوں اپنے ضمیر کی عدالت میں مجرم نہیں ٹھہریں گے، بلکہ ہم سرخرو ہوئے ہیں۔" سکندر بڑی نرمی اور لگاوٹ سے اسے سمجھاتے ہوئے اپنی پوروں سے اس کے آنسو صاف کر رہا تھا۔

"سکندر وہ ایک سسکی لے کر چونکی تھی۔ واقعی اس کا حرف حرف سچ تھا۔

اریبہ کو اپنے دل سے ایک بوجھ اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اسے آج یقین آ گیا تھا کہ کاتب تقدیر نے ان دونوں بہنوں کی قسمت میں سکندر کا نام لکھا تھا۔ معاً اسے اپنی پوزیشن کا خیال آیا وہ ابھی تک سکندر کے شانے پر سر ٹکائے ہوئے تھی۔ اس نئے رشتے کا احساس جاگا تو وہ جھجک کر ایکدم سکندر سے دور ہوئی تھی۔

"کیا ہوا؟" سکندر نے اس کی جھجک کو بڑی دلچسپی سے دیکھا تھا۔ ایک عرصہ بعد اس کے ہونٹوں پر سچی مسکراہٹ آئی تھی۔

دونوں کے دلوں کے بوجھ ہلکے ہوئے تو ماحول کی افسردگی بھی ختم ہو گئی تھی۔

"کچھ نہیں مم...... میں ذرا سومی کو جا کر سنبھالوں۔ نیند میں کروٹ بھی لیتا ہے تو مجھے ڈھونڈنے لگتا ہے۔" اریبہ نے اس کی سمت دیکھا نہیں لیکن وہ بن دیکھے اس کی مسکراہٹ اور اس کے لہجے کا غیر معمولی پن محسوس کر چکی تھی۔ لرزتی پلکوں سمیت اندر جانے کے لیے وہ سکندر کے قریب سے اٹھی تھی۔

"ادھر سنو۔" سکندر نے بھی اٹھتے ہوئے یکلخت عقب سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے گویا روکا تھا۔

"جی۔" اس کی سمت پلٹتے ہوئے اریبہ کا دل پہلی بار بڑی تیزی سے دھڑکا تھا۔ ان دونوں کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ تھا۔

"ہماری ہر بات سومی سے شروع ہوتی ہے اور سومی پر ختم ہوتی ہے۔ یار مجھے تو اپنی فکر ہو رہی ہے۔ مجھے کون سنبھالے گا۔" محبتوں سے بھرپور لہجے میں استفسار کرتے ہوئے سکندر اسے بے حد شرارت سے دیکھ رہا تھا۔

"سیدھی مانگ میں سنورے بالوں سے چھوٹی چھوٹی لٹیں نکل کر اس کے چہرے کے دائیں بائیں جھول رہی تھیں۔ مدھم روشنی میں خوب صورت چہرے پر ستواں ناک میں چمکتی ہیرے کی لونگ نے اس کے حسین چہرے کو حسین تر بنا دیا تھا۔"

"سکندر...... وہ...... میں۔" اس نے نگاہ اٹھائی تھی لیکن سکندر کی نگاہیں جو زبان آج بول رہی تھیں انہوں نے اریبہ کو خاموش رہنے اور نگاہ جھکانے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ بری طرح نروس ہوئی تھی۔

"ہاں یار مجھے کون سنبھالے گا۔ تم نے جواب نہیں دیا؟" سکندر کے لہجے اور نظر میں ایک استحقاق آ گیا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کی لٹوں کو سنوارنا شروع کر دیا تھا۔

"سکندر آپ ہی کو تو سنبھالنے آئی ہوں۔ آپ کے بغیر اریبہ بھی ادھوری ہے۔" یکلخت وہ اپنے حق کو استعمال کرتی ایک سپردگی کے عالم میں اس کے کشادہ سینے سے لگی تھی۔

"اور اب سومی کا کیا ہو گا؟" اس کے اقرار و انداز پر سکندر کی روح شانت ہو گئی تھی۔ اس کے گرد اپنی بانہوں کا حصار بناتے سکندر پھر بھی اسے چھیڑ رہا تھا۔

"سومی تو میری جان ہے۔" اریبہ کے لہجے میں ممتا کی بے تابیاں تھیں۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ سومی کے بعد آنے والے میری جان ہوں گے۔ اس پر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔" شوخ و ذو معنی بات کہتے ہوئے سکندر نے اسے تنگ کرنے کی انتہا کر دی تھی۔

"سکندر کی بانہوں کے مضبوط حصار میں اریبہ اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر مارے حیا کے بری طرح لجا گئی تھی۔

اور سکندر اسے بانہوں میں تھامے کہہ رہا تھا۔

کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے